MAY 2023
مفت سلسلہ اشاعت نمبر 347
Regd. # MC-1177

بیوی پر شوہر کے واجب حقوق کے متعلق تفصیلی فتویٰ

اَلْفَتَاوٰی الْعُمْدَة فی حُقُوقِ الزُّوج عَلَی الزُّوجَة

بنام

شوہر کے حقوقِ واجبہ

حصّہ دوم

مُحقق و مصنّف
مفتی مہتاب احمد نعیمی حفظہ اللہ تعالیٰ

مصدّق

شیخ الحدیث ڈاکٹر مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی
[رئیس دار الحدیث و رئیس دار الافتاء جامعۃ النور]

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰
Ph : 021-32439799 Website : www.ishaateislam.net

بیوی پر شوہر کے واجب حقوق کے متعلّق تفصیلی فتوی

اَلفَتاوٰی العُمْدَۃ فی حُقوقِ الزّوج علَی الزّوجۃ

بنام

شوہر کے حقوقِ واجبہ

(حصہ دوم)

مُحقّق و مصنّف

مفتی مہتاب احمد نعیمی حفظہ اللہ تعالی

مُصدّق

شیخ الحدیث ڈاکٹر مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی حفظہ اللہ تعالی

[رئیس دار الحدیث و رئیس دار الافتاء جامعۃ النور]

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنت، پاکستان

نور مسجد، کاغذی بازار، کراچی

نام رسالہ : اَلْفَتاوَى الْمُمْلَكَة فِى حُقُوقِ الزَّوجِ عَلَى الزَّوجَة

بنام شوہر کے حقوقِ واجبہ

مُصنّف : مفتی مہتاب احمد نعیمی حفظہ اللہ تعالیٰ

مُصدّق : شیخ الحدیث مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی حفظہ اللہ تعالیٰ

(رئیس دار الحدیث و رئیس دار الافتاء جامعۃ النور)

تعداد : 4500

اشاعت نمبر : 347

تاریخ اشاعت: شوال ۱۴۴۴ھ / مئی 2023م

ناشر : جمعیّت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار میٹھادر، کراچی

فون:021-32439799

خوشخبری : یہ رسالہ www.ishaateislam.net پر موجود ہے

فہرست

پیش لفظ

ہمارے دینِ اسلام میں نکاح کی بڑی اہمیت اور ایمان کی حفاظت کا ذریعہ بیان کیا گیا ہے اور نکاح کے فوائد دنیاوی ودنیوی اسی کو حاصل ہوں گے جو شریعت کے مطابق نکاح کرے اور بعد نکاح اسی شریعت کے اُصول پر زندگی گزارے۔ شریعتِ مطہرہ نے بعض کاموں کو عورت واجب کیا کہ اس کی خلاف ورزی گناہ جیسے نفل نماز وروزہ ایک اہم عبادت ہے مگر شریعت کی طرف سے یہ حکم ہے اس میں شوہر کی اجازت لازم ہے بغیر اجازت رکھنا جائز نہیں۔

ہمارے معاشرے میں طلاق کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہمیں شوہر اور بیوی کے حقوق معلوم نہیں جس کی وجہ سے طلاق میں اضافہ ہو تا جارہا ہے۔ پہلے دَور میں طلاقیں بہت کم ہوتی تھیں کہ ان کی تربیت شوہر کے حوالے سے اچھی و منظم تھی مگر اب حقوقِ واجبہ کے علم اور ان کی ادائیگی سے دُوری کے سبب طلاقیں زیادہ ہورہی ہیں یہی وجہ ہے کہ عموماً بوڑھوں کے نکاح سلامت اور جوانوں کے نکاح سلامت نہیں جیسا کہ مشاہدہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مردوں کو عورتوں پر افسر فرمایا: ﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ﴾ [1]

ترجمہ: مرد افسر ہیں عورتوں پر۔ (کنزالایمان)

یہ آیتِ مبارکہ مردوں کو عورت پر سب سے زیادہ فضیلت کا باعث ہے۔

اور اُمّ المؤمنین حضرت سیّدتنا عائشہ صدّیقہ بنتِ صدّیق رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتی ہیں: میں نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! عورت پر سب سے بڑا حق کس کا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس کے شوہر کا۔" میں نے عرض کی! اور مرد پر سب سے بڑا

---

(1)۔۔:[سورۃ النساء: ٤/ ٣٤]

حق کس کا ہے؟ فرمایا: "اس کی ماں کا۔ (1)

الحمدللہ رب العالمین ہمارے دارالافتاء کے اہم رُکن حضرت علامہ مفتی مہتاب النّعیمی نے "**اَلْفَتَاوَی الْمُمْلَۃ فی حُقُوقِ الزَّوجِ عَلَی الزَّوجۃ**" بنام "شوہر کے حقوقِ واجبہ" پر اپنے شفیق اُستاذِ محترم شیخ الحدیث ڈاکٹر مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی دامت برکاتہم العالیہ کے حکم پر تالیف کیا۔

قبلہ مفتی مہتاب صاحب نے اس سے پہلے بھی کئی رسائل اور اہم فتویٰ پر مدلل کام کیا ہے۔ آپ ایک مستند مُدرّس، عالم اور مفتی ہیں اور دارالافتاء النّور میں ایک مفتی اور مُدرّس کی حیثیت سے دل لگی اور خلوص کے ساتھ دین کا کام کرتے ہیں۔ دارالافتاء النّور میں رات کے وقت ایک اچھا خاصہ وقت دینا، پھر مفتی کورس اور تدریب والوں کی تربیت کرنا اور ان کے فتویٰ چیک کرنا، پھر فتویٰ لکھنا اور گھر جا کر بھی مسجد اور گھر اور دینی کاموں کو دیکھنا، اللہ تعالیٰ ان کو دو جہاں کی برکتیں نصیب فرمائیں۔

یہ تمام جذبات ہم سب کے شفیق اُستاذِ محترم کی تربیت کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اُستاذِ محترم کا سایہ عافیت کے ساتھ ہم پر رہے اور ہمیں ان کے ساتھ وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

لہٰذا ادارہ اپنے دارالافتاء کی اس کاوش کو اپنے سلسلہ اشاعت نمبر 347 پر شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے حبیب ہمارے آقا ﷺ کے طفیل مجیب موصوف اور جملہ معاونین واشاعت کاران کی سعی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ان کی دینی و علمی خدمات میں روز افزوں ترقی عطا فرمائے۔ آمین

فقط

(مفتی) محمد شہزاد العطاری النّعیمی

دارالافتاء النّور جمعیت اشاعتِ اہلسنّت (پاکستان)

---

(1)۔۔:عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللہُ عَنْهَا قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللہِ أَيُّ النَّاسِ أَعْظَمُ حَقًّا عَلَى الْمَرْأَةِ؟ قَالَ: زَوْجُهَا قُلْتُ: فَأَيُّ النَّاسِ أَعْظَمُ حَقًّا عَلَى الرَّجُلِ؟ قَالَ: أُمُّهُ (المستدرك على الصحيحين، كتاب البر والصلة، أعظم الناس حقاً على الرجل أمه، 4/ 167، الحديث: 7244)

انتساب!

میں اپنی اس حقیر کاوش کو اپنے والدِ ماجد مرحوم نور محمد اور والدۂ ماجدہ مرحومہ عزیز بیگم نوّر اللہ مرقدھما وجعل الجنۃ مثواھما کے نام، پھر اس کی نسبت اپنے عزیز ترین بہن بھائیوں، اہلِ خانہ اور اپنے تمام اساتذۂ کرام أطال اللہ عمرھم کی طرف کرتا ہوں۔

اور محترم المقام بقیۃ السلف جناب قبلہ شیخ الحدیث ڈاکٹر مفتی محمد عطاء اللہ صاحب سنّی حنفی بریلوی نعیمی قدّس اللہ سرّہ، وعمّ برّہ وتمّ نورہ وأعظم أجرہ وأکرم نزلہ وأنعم منزلہ و دامت برکاتھم العالیہ و أطال اللہ عمرہ کا تہِ دل سے مشکور ہوں کہ انہوں نے اپنے نہایت قیمتی لمحات میری نذر کیے اور انتہائی دلچسپی سے بہترین تفصیلی مقدمہ لکھ کر میری حوصلہ افزائی فرمائی اور آج مجھے فتویٰ نویسی اور تحریر کے اگر دو لفظ آتے ہیں تو قبلہ مفتی صاحب کی شفقتوں کا ثمر ہے۔

طالبِ دعا

مہتاب احمد نعیمی

خادم دار الافتاء النّور

مدرّس: جامعۃ المدینہ، فیضانِ عبد اللہ شاہ غازی علیہ الرحمہ

تقدیم

از شیخ الحدیث والتفسیر ڈاکٹر مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی دَامَتْ بَرَکَاتُهم العالیة وأطَالَ اللّٰهُ عُمرَه

نَحْمَدُه ونُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِه الْکَرِیم

اللہ تعالیٰ نے جوڑے بنائے، مرد کو عورت پر حاکم مقرّر فرمایا اور حاکم کے رعایا پر اور رعایا کے حاکم پر کچھ حقوق و فرائض مقرّر فرمائے۔ اگر حاکم رعایا کے حقوق ادا نہ کرے تو ظلم کی نسبت حاکم کی طرف ہوتی ہے اور اگر رعایا حاکم کا حق تسلیم نہ کرے تو رعایا ظالم قرار پاتی ہے اور ازدواجی زندگی میں شوہر حاکم اور عورت محکوم ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ﴾ [1]

ترجمہ: مرد افسر ہیں عورتوں پر۔ (کنز الایمان)

اور حقوق کی ادائیگی کے لئے پہلے حقوق کو ماننا ضروری ہے۔ حاکم اگر اپنے محکوم کا حق تسلیم ہی نہ کرے یا محکوم اپنے حاکم کا کوئی حق ماننے کو تیار ہی نہ ہو تو ان سے حقوق کی ادائیگی کی اُمید عَبث ہے۔ ایک دوسرے کے حقوق ماننے کے بعد ان کا علم ہونا ضروری ہے؛ کیونکہ علم عمل پر مُقدّم ہوتا ہے جیسے اگر کوئی مسلمان نماز کی فرضیت کو ماننے کے بعد نماز کی ادائیگی کرنا چاہے تو اُسے نماز ادا کرنے کے لئے نماز کا علم ہونا ضروری ہے ورنہ وہ ماننے اور چاہنے کے باوجود نماز ادا نہیں کر سکے گا۔

اس لئے ضروری ہے کہ بیوی مانے کہ شوہر کے مجھ پر کچھ حقوق ہیں اور شوہر مانے کہ بیوی کے مجھ پر کچھ وہ حقوق ہیں جنہیں ادا کرنا ہم پر واجب ہے۔ پھر حقوق کی ادائیگی کا ارادہ رکھنے والی بیوی کے لئے ضروری ہے کہ وہ جانے کہ اسلام نے میری بیوی کے مجھ پر کون سے

---

(1)۔۔:[سورة النساء: ٤/ ٣٤]

حقوق واجب کئے ہیں کہ جن کو میں ادا کروں۔ اسی طرح بیوی کے لئے بھی لازمی ہے کہ وہ شوہر کے اپنے اوپر واجب حقوق کو جانے تاکہ وہ انہیں ادا کر کے گنہگار ہونے سے بچ سکے۔

ہمارے معاشرے کا المیہ یہ ہے کہ ان کا ایک طبقہ حقوق کو مانتا ہی نہیں، بعض شوہر تو بیوی کو اپنی زر خرید باندی سے بڑھ کر کچھ نہیں سمجھتے اور اسی طرح بعض بیویاں اپنے آپ کو مادر پدر آزاد سمجھتی ہیں، اُن کے نزدیک شوہر کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔ اور ایک بڑا طبقہ ایسا ہے کہ جو حقوق ادا کرنا چاہتا ہے مگر انہیں علم ہی نہیں اسلام نے میاں بیوی کے ایک دوسرے کے لئے کیا حقوق و فرائض مقرر کئے ہیں۔ اس لئے اس طبقہ کے شوہروں نے اپنے لئے اور بیویوں نے اپنے لئے اپنی مرضی سے حقوق مقرر کر رکھے ہیں، مثلاً: بعض گھرانوں میں بیویاں اپنے شوہر کی کُل آمدنی کو اپنا حق سمجھتی ہیں کہ شوہر جو بھی کمائے وہ ہمارا حق ہے، اُسے اپنی مرضی سے خرچ کرنے کا بھی اختیار نہیں ہے۔ اگر غلطی سے شوہر نے اپنی آمدنی میں سے کچھ اپنی مرضی سے خرچ کر ڈالا تو گویا کہ اس نے اپنی بیوی کے حق پر ڈاکہ ڈال دیا، بس گھر میں جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں۔ ہم نے ایسے شوہر بھی دیکھے جنھوں نے حصولِ روزگار کے لئے دن دیکھا نہ رات، محنت کرتے رہے مگر اس محنت کا ثمرہ کُل کا کُل بیوی اپنی ملکیت سمجھتی ہے اور خود اس شوہر کو اگر ضرورت پڑے تو بیوی کے آگے ہاتھ پھیلاتا ہے اور اس نے اگر حقوقِ واجبہ کی ادائیگی کرنی ہو یا اُسے اگر اپنے والدین پر خرچ کرنا ہو یا اپنے کسی بھائی یا بہن کی مدد کرنی ہو تو وہ اس میں بیوی کی اجازت کا محتاج ہوتا ہے اور ایسی عورتوں کی حالت اُن نوجوانوں کی سی ہے جو اپنے والد سے کہتے ہیں کہ آپ کی ملکیت میں ہمارا جو حق ہے وہ دے دو حالانکہ ان نادانوں کو معلوم ہی نہیں کہ ہمارے بالغ ہو جانے کے بعد ہمارے باپ کی کسی چیز میں ہمارا کوئی حق نہیں۔

اور کچھ عورتیں ایسی ہیں، جو اپنے ماں باپ کے گھر خود کام کیا کرتی تھیں مگر جب وہ بیوی کے رُوپ میں آئیں تو انہوں نے سمجھ لیا کہ روزگار اور گھر کے تمام کام کاج کرنا یا کروانا

شوہر کی ذمہ داری ہے، جب شوہر سے اس میں کوتاہی ہوگئی تو اختلاف کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

کچھ عورتیں یہ سمجھتی ہیں کہ ہم اپنے شوہر سے جو بھی فرمائش کریں، وہ فوراً اُسے پورا کردے اور اسے وہ اپنا حق گردانتی ہیں۔ کبھی شوہر کسی مجبوری کے تحت ان کا مطالبہ پورا نہ کرپائے تو بیوی کی طرف سے فوراً طلاق کا مطالبہ آجاتا ہے اور کچھ بیویاں پردے کے معاملے میں کوتاہی کا شکار ہوتی ہیں اور اُن کے نزدیک انہیں اس قبیح فعل سے روکنے کا کسی کو بھی حق نہیں یہاں تک کہ شوہر کو بھی نہیں اور اگر شوہر اس معاملے میں سختی کرے تو وہ شوہر کا گھر چھوڑنے کو بھی تیار ہوجاتی ہیں۔

اسی طرح کچھ شوہر سمجھتے ہیں ہمارا حق ہے کہ ہماری بیوی ہمیں کھانا پکا کر دے اور ہمیں کپڑے دھو کر دے اور یہ ہمارا حق ہے۔ اگر کبھی بیوی بیمار ہوگئی یا کسی وجہ سے کھانا تیار کرکے دینے یا کپڑے دھونے یا استری کرکے دینے میں اس سے کوتاہی ہوگئی تو فوراً شوہر صاحب کے تیور بدل جاتے ہیں اور اس کا انجام گالم گلوچ، مار پیٹ یا طلاق کچھ بھی ہوسکتا ہے۔

کچھ شوہروں کی حالت تو یہ ہے کہ وہ خود نہیں کماتے اپنی بیویوں کو کمانے پر مجبور کرتے ہیں اور اسے اپنا حق سمجھتے ہیں پھر وہ بیچاری لوگوں کے گھروں میں کام کرکے جو لاتی ہے اُس سے اپنا، اپنے شوہر اور اپنے بچوں کو پالتی ہے۔

اور کچھ بیویوں کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ اپنے والد سے یا اپنے بھائی سے ہمیں پیسے لا کردے اور ایسا نہ کرنے کی صورت میں انہیں چھوڑ دینے کی دھمکیاں دیتے ہیں یا ان پر مظالم ڈھاتے ہیں اور کچھ کو تو جوئے، شراب یا بُرائی کی لت لگی ہوتی ہے، اُسے پورا کرنے کے لیے وہ بیویوں کے زیور تک بیچ ڈالتے ہیں اور زیور وغیرہ دینے سے منع کرنے پر ان پر ظلم ڈھاتے ہیں اور وہ ایسا سب کچھ اپنا حق سمجھ کر کرتے ہیں۔

اگر کوئی مرد توفیق وطاقت رکھتا ہے اور انصاف کے تقاضے پورے کرسکتا ہے تو ایک سے زائد چار تک شادیاں کرنا اس کا شرعی حق ہے مگر عموماً ہوتا یہ ہے کہ مرد جب دوسری شادی کرتا ہے تو پہلی کو فراموش کردیتا ہے وہ دوسری بیوی کا اسیر ہو کر رہ جاتا ہے

،پہلی بیوی کو اس طرح بھول جاتا ہے کہ اس کے پاس شب بسری نہیں کرتا اور اُسے نان ونفقہ بھی نہیں دیتا اور خواتین کا حال بھی یہ ہے کہ شوہر کے دوسری شادی کرنے پر اکثر عورتیں شوہر کا گھر چھوڑنے یا اُس سے طلاق کا مطالبہ کرنے کو اپنا جائز حق تصور کرتی ہیں اور بعض شوہر دوسری شادی کرنے کے بعد پہلی کے حقوق ادا کرنا چاہتے ہیں تو کچھ عورتیں ایسے شوہروں سے ناطہ توڑلیتی ہیں اور انہیں اپنے پاس تک نہیں آنے دیتیں اور ایسا کرنے میں وہ خود کو حق بجانب سمجھتی ہیں۔ انہی عورتوں کے شوہر اگر بُرائی کے مرتکب ہیں تو انہیں برداشت کرلیتی ہیں اور ان پر اپنے گھر کے دروازے بند نہیں کرتیں لیکن اگر اس نے حرام کاری سے بچتے ہوئے حلال راستہ اپنایا دوسرا عقد کرلیا تو اُن کے نزدیک اس سے بُرا شخص اور کوئی نہیں ہوتا اور ہمارے معاشرے کے کئی افراد کو سُنا ہے کہ وہ دوسری، تیسری شادی کرنے والے کو بُرے بُرے القاب سے یاد کرتے ہیں حالانکہ مرد کو انصاف کی شرط کے ساتھ قرآن کریم میں چار تک شادیاں کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔

چنانچہ قرآن کریم میں ہے: ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ ۖ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا ۝٣﴾ (1)

ترجمہ: اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کروگے تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں خوش آئیں دو ۲ دو ۲ اور تین ۳ تین ۳ اور چار ۴ چار ۴ پھر اگر ڈرو کہ دو بیبیوں کو برابر نہ رکھ سکوگے تو ایک ہی کرو یا کنیزیں جن کے تم مالک ہو یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو۔ (کنزالایمان)

ان خواتین اور معاشرے کے ان افراد کو اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے کہ اپنے قول وفعل سے قرآن کریم کے صریح ارشاد کی مخالفت کرتے ہیں۔

ہمارا معاشرہ اس معاملے میں افراط وتفریط کا شکار ہے۔ گھریلو جھگڑوں کی زیادتی اور

---

(1)۔۔:[سورة النساء: ٤/ ٣]

طلاق کی شرح کا بڑھ جانا وغیر ہما کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ ہم میاں بیوی کے حقوق ماننے کو تیار نہیں یا مانتے تو ہیں مگر ادا کرنا ضروری نہیں سمجھتے یا زوجین ایک دوسرے کے حقوق جو اس پاک دین نے اُن کے لئے مقرر فرمائے ہیں ان کا علم ہی نہیں رکھتے اور ہم خود ساختہ حقوق و فرائض پر عمل پیرا ہیں کہ جن سے اسلام کا دُور کا بھی کوئی واسطہ نہیں ہے۔

شوہر اگر اپنے حقوق و فرائض کو پہچانتا ہو، بیوی کے حقوق جانتا ہو تو کبھی بھی سالن میں نمک زیادہ ہو جانے پر ڈنڈا نہ اُٹھائے، روٹی میں دیر ہونے پر ناراضگی اور وقت پر استری شُدہ کپڑے نہ ملنے پر برہمی کا اظہار نہ کرے، بیوی کو باندیوں کے درجے میں نہ رکھے یا پھر اپنے آپ کو بیوی کا محکوم تصوّر نہ کرے اور اپنے آپ کو بیوی کے غلاموں کی فہرست میں شمار نہ کرے، اُسے سیاہ و سفید کی مالکہ نہ بنائے۔

اسی طرح بیوی اگر اپنے حقوق و فرائض کو جانتی ہو، شوہر کے مقام پہچانتی ہو تو کبھی شوہر پر بے جا بوجھ نہ ڈالے، اُسے ناجائز کاروبار کرنے پر مجبور نہ کرے، اس سے نہ جھگڑے، نہ اُسے چھوڑ کر میکے جا کر بیٹھے، نہ اُس سے طلاق کا مطالبہ کرے یا اپنے آپ کو مطلق العنان بادشاہ کے درجے میں نہ سمجھے، شوہر کو محکوم بنانے کی ناکام سعی نہ کرے کہ جس نے اولاد کو ماں باپ سے اُس وقت دور کیا جب انہیں اولاد کی خدمت کی ضرورت تھی اور وہ اپنی اولاد کی راہ تکتے، سسکتے، ایڑیاں رگڑتے دنیا سے رُخصت ہوگئے حالانکہ زبانِ رسالت ﷺ سے والد کی رضا خدا کی رضا قرار دیا گیا اور فرمایا "ماں کے قدموں تلے جنت ہے"، بھائی کو بھائی کا، بھائی کو بہن کا دشمن بنا دیا یا صدائے احتجاج بلند کئے بغیر شوہر کے ظلم اور اس کی بربریت کا شکار نہ ہو یا شوہر کے دوسرے یا تیسرے عقد کرنے پر اس کا گھر نہ چھوڑے یا طلاق کا مطالبہ نہ کرے، اس پر اپنے گھر کے دروازے بند نہ کرے یا شوہر کو اس کے ماں باپ، بہن بھائیوں سے دُور کرنے کی کوشش نہ کرے، ایک شوہر کی دو بیویاں اس کی اولادوں کے مابین نفرت و عداوت کا بیج نہ بوئیں، شوہروں کو قطع رحمی پر مجبور نہ کریں اور اولادوں کی غیر محسوس انداز

میں اپنے قریبی رشتوں سے دُور کرنے کی ناپاک سعی کرکے ان میں قطع رحمی کی عادت کو پروان نہ چڑھائیں حالانکہ قرآن میں قطع رحمی کو بنی اسرائیل کی بُرائیوں میں شمار کیا گیا اور احادیثِ نبویہ علیہ التحیۃ الثناء میں صلہ رحمی کی ترغیب اور قطع رحمی پر وعیدیں وارد ہوئی ہیں اور فقہاء کرام نے صلہ رحمی کو صراحۃً واجب اور قطع رحمی کو حرام لکھا ہے۔

اس سب کی بڑی وجہ ایک ہی ہے کہ ہمارے معاشرے کے شوہروں اور بیویوں نے اپنے حقوق کو نہ پہچانا اور اپنے فرائض کو نہ جانا یا اسلام کے مقرر کردہ حقوق و فرائض کے بجائے خود ساختہ، اپنے بنائے ہوئے حقوق و فرائض کو کافی جانا یا حقوق و فرائض جانتے ہوئے بھی ان پر عمل پیرا نہ ہوئے، انہوں نے دنیاوی زندگی کو ہی سب کچھ سمجھ لیا اور آخرت کو فراموش کر بیٹھے۔ اس طرح ہمارا معاشرہ عدم توازن اور شدید بگاڑ کا شکار ہو گیا۔

اگر زوجین میں سے ہر ایک اپنے فرائض کو جان کر اُن کی ادائیگی پر عمل پیرا ہو جائے تو نہ کسی کی حق تلفی ہو اور نہ کسی پر ظلم و زیادتی ہو اور اپنے حقوق کو پہچان کر ان پر شاکر و صابر رہے تو گھروں میں پائی جانے والی اکثر لڑائیوں کا سدِّباب ہو جائے۔ گھروں کا ماحول پُرسکون اور گھر امن و محبت کا گہوارا بن جائیں۔ بچے نفسیاتی امراض کا شکار نہ ہوں، ایک زرِ کثیر کیسز (Cases) کے سلسلے میں نام نہاد وکیلوں کی نذر نہ ہو، نہ معاشرے کے افراد کا وقت ضائع ہو اور نہ عدالتوں کا، قتل و غارت، لوٹ گھسوٹ، چور بازاری اور رشوت جیسے مذموم افعال میں خاطر خواہ کمی واقع ہو جائے، لوگ قطع رحمی کو چھوڑ کر صلہ رحمی کی راہ پر گامزن ہوں، مرد فرائض و واجبات کی ادائیگی کرتے ہوئے پورے انہماک کے ساتھ رزقِ حلال کے حصول کی جستجو کریں اور اپنے گھروں پر بھرپور توجہ دیں، مرد کے گھر آنے پر بیوی خوش ہو، بچے مسرور ہوں، مردوں کو گھر میں سکون میسر آئے اور گھر اُن کے لئے جنت بن جائیں اور وہ سکون کے حصول کے لئے ڈرگس (Drugs) یا دیگر حرام اشیا کا سہارا نہ لیں۔ اگر یہی سکون انہیں گھر میں میسر آجائے تو اُن میں سے کوئی بھی اس کی تلاش میں دربدر نہ

پھرے اوراس کی جستجو میں حرام کاری کو ذریعہ نہ بنائے اور معاشرے میں بھائی چارے کی فضا پیدا ہو، خاندانوں میں آپس کی نفرتیں، عداوتیں اپنی موت مر جائیں۔

اسلام نے شوہر کے بیوی پر اور بیوی کے شوہر پر حقوق کو بہت ہی مختصر رکھا ہے تاکہ یہ دونوں انہیں بآسانی ادا کر کے عند اللہ سُرخرو ہو سکیں اور کل قیامت کے روز ایک دوسرے کے حقوق میں گرفتار نہ ہوں۔

بیوی جب اپنے حقوق کو جانتی ہو گی پہلے تو وہ اپنے حقوق سے زائد کا مطالبہ اپنے شوہر سے نہ کرے گی، اگر کرلے تو پورا نہ ہونے پر برہم نہ ہو گی; کیونکہ وہ جانتی ہے کہ جس کا مطالبہ میں نے اپنے شوہر سے کیا ہے وہ میرا حق نہیں ہے؛ اس لئے وہ پورا نہ ہونے پر ناراض ہونے کی جسارت نہیں کرے گی اور اگر پورا ہو جائے تو شوہر کی احسان مند رہے گی اور اس سے اس کی اپنے شوہر کے ساتھ محبت بھی بڑھے گی۔

اسی طرح شوہر اگر اپنے حقوق کو جانتا ہو گا تو اپنے حقوق سے زائد کا بیوی سے مطالبہ نہیں کرے گا اور اگر کرلے تو کبھی پورا ہونے پر آپے سے باہر نہ ہو گا اور نہ ہی خفگی کا اظہار کرے گا اور پورا ہونے پر بیوی کا شکر گزار رہے گا اور بیوی کے ساتھ اس کی محبت میں اضافہ ہو گا۔

جب ہمیں معلوم ہے کہ زوجین کے ایک دوسرے پر حقوق مختصر رکھے گئے ہیں جبکہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ شوہر بیوی کے لئے اور بیوی شوہر کے لئے حقوق و فرائض سے بڑھ کر بہت کچھ کرتے ہیں اور حقوق و فرائض سے بڑھ کر جو کچھ بھی ہے وہ سب کا سب احسان کے زُمرے میں آتا ہے اور احسان یکطرفہ نہیں ہوتا اور ایک طرف سے ہونے والا احسان لمبے عرصے تک نہیں چلتا۔ میاں بیوی احسان کی گاڑی کے دو پہیے ہیں دونوں سلامت ہوں گے تو گاڑی منزل کی طرف رواں دواں رہے گا اور اگر ایک پہیہ جام ہو جائے چلنے سے انکار کر دے تو احسان کی گاڑی وہیں گھوم تو سکتی ہے، آگے نہیں چل سکتی۔

اور قرآن کریم نے ہمیں احسان کے بدلے احسان کرنے کی تعلیم دی ہے، چنانچہ فرمایا:﴿هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴿60﴾﴾[1]

ترجمہ: نیکی کا بدلہ کیا ہے مگر نیکی۔ (کنز الایمان)

اور احسان میں جبر و ناراضگی نہیں ہوتی ایسا نہیں ہو سکتا کہ کسی پر جبر کیا جائے کہ وہ مجھ پر احسان کرے اور احسان نہ کرنے کی صورت میں ناراضگی بھی پائی جائے اور احسان کرنے والا احسان کر کے اُسے جتلاتا نہیں ہے اور جس پر احسان کیا جائے وہ اپنے مُحسن کا شکر گزار رہتا ہے۔

اور پھر گھریلو ناچاقیوں کی ایک وجہ ہم میں خلوص کا نہ پایا جانا بھی ہے۔ ہماری عادت بنتی جا رہی ہے کہ ہم جو بھی کرتے ہیں وہ صرف دنیاوی اغراض و مقاصد کو مدِ نظر رکھ کر کرتے ہیں یہاں تک کہ معاشرے کی ایک بڑی تعداد بے مقصد کسی کو سلام بھی نہیں کرتی۔ ہم اگر اولاد کی پرورش کرتے ہیں تو اس میں بھی ہمارا ایک مقصد کارفرما ہوتا ہے کہ یہ ہمارے بڑھاپے کی لاٹھی ہے اور ہر کوئی جانتا ہے کہ کتنے بچے بڑے ہو کر بڑھاپے کی لاٹھی بنتے ہیں۔ ہم نے اپنی توقعات مخلوق سے وابستہ کر رکھی ہیں؛ اس لئے دربدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ اگر ہم تمام اُمیدوں کا مرکز اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہی سمجھیں تو کبھی ذلت و رسوائی ہمارا مقدر نہ ہو، یہی اگر اولاد کو ہم اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے پالیں، اُن کی تعلیم و تربیت میں یہی مقصد کارفرما ہو تو جس کے لئے ہم نے کیا یا کر رہے ہیں، وہ "اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ" ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ وہ ہمیں کسی کا محتاج ہی نہ کرے حتی کہ اپنی اولاد کا بھی یا اولاد کو ہی فرمانبردار بنا دے یا ہزاروں خادم اور پیدا کرے کہ ہمیں اُن کی احتیاج ہی نہ ہو۔ سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اولاد کے نافرمان ہونے یا ان کے اپنے والدین کی خدمت نہ کرنے کی صورت میں ہمیں دُکھ بالکل نہ ہو گا؛ کیونکہ ہم نے اُن کے لئے تو کچھ کیا ہی نہیں ان کی پرورش، ان کی

---

(1)۔۔:[سورۃ الرحمٰن: ٥٥/ ٦٠]

تعلیم وتربیت، ان پر خرچ صرف اللہ ربّ العزّت کی رضا کے لئے کیا تھا جیسے کسی فقیر کو ہم کچھ دیں اور وہ ہمارے کسی کام نہ آئے تو ہمیں اس پر دُکھ نہیں ہوگا؛ کیونکہ اُسے ہم نے جو دیا تھا اُس کی جو مدد کی تھی وہ اس کے لئے تھوڑی کی تھی وہ تو اللہ تعالیٰ کے لئے کی تھی۔

آپ کہیں گے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ بندہ اپنی بیوی یا اپنی اولاد پر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے خرچ کرے میں عرض کروں گا ہاں یہ بالکل ہوسکتا ہے؛ کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: إِذَا أَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلَى أَهْلِهِ يَحْتَسِبُهَا فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ [1] وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيُؤْجَرُ فِي رفعِ اللُّقْمَةِ إِلَى فِي امْرَأَتِه۔ [2]

یعنی، خاوند جو اپنے اہلِ خانہ پر خرچ کرتا ہے وہ اس کے لیے صدقہ ہے اور خاوند بیوی کے منہ میں لقمہ ڈالے، اس پر بھی اسے ضرور اجر و ثواب عطا ہوگا۔

وہ صدقہ کس طرح ہوگیا حالانکہ اس کا تو نان و نفقہ شوہر کے ذمے واجب تھا ہاں بالکل صدقہ ہوگیا کیونکہ فرمانِ رسالت ﷺ کے سامنے کسی کو دَم مارنے کی اجازت نہیں ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ صدقہ کیسے ہوا وہ اس طرح کہ بندہ جب اپنی بیوی کو نان و نفقہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے دیتا ہے تو اس کی اس نیّت کی وجہ سے وہ صدقہ ہو جاتا ہے، جس پر اُسے صدقے کا ثواب ملتا ہے؛ کیونکہ حدیث شریف میں ہے: إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ [3]

یعنی، عملوں کا دار و مدار نیّتوں پر ہے۔

ہم بات کر رہے تھے للّٰہیت کی اگر زوجین کے ایک دوسرے کے کام کرنے، ایک

---

(1)۔۔:صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب: ما جاء إن الأعمال بالنية۔۔إلخ، 1/ 20، رقم الحديث: 55

(2)۔۔:(قوت القلوب في معاملة المحبوب، الفصل الخامس والأربعون: ذكر التزويج، ۲/ ٤١١)

(3)۔۔:(صحيح البخاري، باب بدء الوحي، 1/ 6، رقم الحديث: 1)

دوسرے کی مدد کرنے، ایک دوسرے کی خدمت کرنے، خرچ کرنے الغرض جملہ اُمور میں للّٰہیت آجائے تو سارے فساد خود بخود دَم توڑ جائیں اور اسی کا فقدان بہت سی پریشانیوں کا سبب ہے۔

زوجین جب اپنے اپنے حقوق اور فرائض کو جان لیں تو گھریلو اُمور میں اگر کسی طرف سے کسی کام میں کوتاہی، کمی پائی بھی گئی تو دوسرا دیکھے گا یہ میرا حق تھا یا سامنے والے کی طرف سے احسان تھا، اگر حق تھا تو ممکن ہے وہ درگزر کرلے یا پھر مطالبہ بھی کردے اور اگر حق نہ تھا تو کبھی بھی پورا نہ ہونے کی صورت میں ناراضی کا اظہار نہ کرے گا اس طرح ہمارے معاشرے کا ہر گھر امن وآشتی کا گہوارہ بن جائے گا، نہ گھر میدانِ جنگ کا سماں پیش کریں گے، نہ بچے ڈرے سہمے رہیں گے، نہ خاندان برباد ہوں گے، نہ طلاق کی نوبت آئے گی، نہ بچوں کو ماں باپ کے زندہ ہوتے ہوئے یتیمی کا احساس ہو گا۔

شوہر اپنی بیوی کی ملکیت میں کوئی لالچ نہ رکھے نہ اس سے کوئی ذاتی فائدہ حاصل کرنے کا سوچے؛ کیونکہ جو چیز بیوی کی مِلک ہے وہ اُسی کی مِلک ہے شوہر یا کسی دوسرے کو اُس میں دست درازی کو قطعاً کوئی حق نہیں وہ اس کے ساتھ جو چاہے کرے، اُسے صدقہ کرے، بیچ دے، کسی کو اس میں سے دے دے اُس سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے۔ اس میں اس کے جہیز کے زیورات، سامان، والدین یا دوسروں کی طرف سے جو کچھ ملا اور نکاح کے بعد شوہر کی طرف سے ملے ہوئے تحفے، وراثت میں ملے ہوئے مکان یا زمین سب شامل ہیں۔

اسی طرح بیوی کا شوہر کی ملکیت میں شرعاً کوئی حق نہیں، اس کا حق مہر ہے، جو اُسے مل گیا، اُس کا حق نان نفقہ ہے جو اُسے مل رہا ہے، اُس کا حق گرمی وسردی کا لباس ہے، جو شوہر اُسے دے رہا ہے، اُس کا حق رہائش ہے، وہ شوہر نے دے رکھی ہے؛ کیونکہ قرآنِ کریم میں ہے: ﴿ أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنتُم مِّن وُجْدِكُمْ وَلَا تُضَارُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ ﴾ [1]

ترجمہ: عورتوں کو وہاں رکھو جہاں خود رہو اپنی طاقت بھر اور اُنھیں ضرر نہ دو کہ اُن پر

---

(1)۔۔: الطلاق: 65/ 6

تنگی کرو۔(کنزالایمان)

پھر وہ شوہر کے کاروبار میں اس کے معاشی معاملات میں مداخلت کیوں کرے اس کا تو اولاد کو بھی حق نہیں چہ جائیکہ بیوی کو حق ہو۔ اختلاف کب ہوتا ہے جب ایک فریق اپنی حدود سے تجاوز کرتا ہے دوسرے کے اُمور میں بے جا مداخلت کرتا ہے جب بیوی ایسا نہیں کرے گی تو آپس کے اختلاف کی یہ وجہ بھی ختم ہو کر رہ جائے گی۔ ہاں! اگر بیوی یہ کہے کہ مجھے الگ گھر چاہیے تو اس کا یہ مطالبہ شرعاً درست ہے؛ کیونکہ یہ اس کا شرعی حق ہے مگر خواتین اس معاملے میں بڑی غلط فہمی کا شکار ہو جاتی ہیں انہوں نے یہ تو سُن رکھا ہے کہ الگ گھر عورت کا حق ہے مگر یہ معلوم نہیں شرع مطہرہ میں اس سے مراد کیا ہے۔ شرع میں اس کے لئے لفظ "بیت" مذکور ہے اور "بیت" کہتے ہیں: "اَلَّذِی یَبَاتُ فِیهِ"، جس میں رات گزاری جاسکے، اس کی دیواریں ہوں، اس پر چھت ہو، اس کا دروازہ ہو کہ جسے بند کر کے اس میں موجود سامان کی حفاظت کی جاسکے۔ شریعتِ مطہرہ میں یہ نہیں ہے کہ شوہر پر لازم ہے کہ بیوی کو ایک کوٹھی یا محل دے۔ بہر حال زوجین کو چاہیے کہ اپنے حقوق سے زیادہ کا مطالبہ نہ کریں، اپنی حدود سے تجاوز نہ کریں تو کبھی اختلاف نہ ہو گا۔

کبھی اولاد بھی زوجین میں اختلاف کا سبب بنتی ہے۔ وہ اس طرح کہ ان کی تعلیم وتربیت، کبھی ان کے شادی بیاہ کے معاملات تو اولاد کے بارے میں کُلی طور پر حق شوہر کو ہے، ان معاملات میں اُسے چاہیے کہ بیوی کا مشورہ سُنے اور اگر قابلِ عمل ہو تو اس پر عمل کرے تاکہ ایسے معاملات باہمی مشورے سے انجام پاسکیں۔

اس لئے ضروری تھا عوام المسلمین کے لئے ایسی تحریر سامنے لائی جائے، جس میں قرآن وسنّت اور اقوالِ فقہا کی روشنی میں بیوی کے حقوق اور اس کے فرائض کا بیان ہو ۔اسی طرح شوہر کے حقوق اور اس کے فرائض کا بیان ہو اور بعض عوام المسلمین بھی گاہے بگاہے ایسے سوالات کرتے ہیں۔ کچھ عرصہ قبل **محترم جناب سیّد محمد قاسم** نے

جو کہ آسٹریلیا میں مقیم ہیں، مجھ سے یہی سوال کیا اور مجھ سے اس پر ایک جامع جواب کا مطالبہ کیا۔ میں نے یہ کام جناب **مفتی مہتاب احمد نعیمی** زِیدَ عِلمُہٗ کے سپرد کیا اور وہ بھی بہت مصروف زندگی گزارتے ہیں، تدریس، امامت وخطابت، دارالافتاء میں فتویٰ نویسی اور ساتھ گھر اور بچوں کو دیکھنا وغیرہ، سارے معاملات ہیں پھر بھی موصوف کو اپنے اوقاتِ کار میں سے جتنا وقت ملا، اس پر کام کرتے رہے اور سوال کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے، الحمدللہ کچھ عرصہ قبل انہوں نے اس کا **ایک حصہ مکمل کر دیا تھا**، جس میں اُن حقوق و فرائض کا تذکرہ ہے کہ جن کا تعلق شوہر کے ساتھ ہے اور موصوف نے ان حقوق کا ذکر کیا تھا، جو شوہر کے فرائض ہیں یا جن کا بجالانا شوہر کے ذمے ہے جیسے مہر، عمل زوجیت، نان ونفقہ، رہائش، ایک سے زائد بیویاں ہونے کی صورت میں ان کے مابین عدل وانصاف کرنا، بھلائی کے ساتھ نہ رکھ سکے تو طلاق دینا اور بعد طلاق عدت میں اُسے رہائش اور خرچہ دینا وغیرہا اور موصوف نے اس کتاب کا نام: "**بیوی کے حقوقِ واجبہ**" رکھا تھا، جو عوام وخواص میں انتہائی مقبول ہوئی وللہ الحمد۔

اور اب بحمدہ تعالی انہوں نے اس کا **دوسرا حصّہ بھی مکمل کر دیا**، جس میں اُن حقوق و فرائض کا تذکرہ ہے کہ جن کا تعلق بیوی کے ساتھ ہے اور موصوف نے ان حقوق کا ذکر کیا، جو بیوی کے فرائض ہیں یا جن کا بجالانا بیوی کے ذمّے ہے جیسے اللہ عَزَّوَجَلَّ و رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد بیوی سب سے بڑا حق شوہر کا جانے اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری میں لگی رہے، اپنی عزّت وعفّت کی حفاظت کرنا، شوہر کے مال کی حفاظت کرنا، وظیفۂ زوجیّت کے مطالبے پر انکار نہ کرنا، بیوی کا بے اذنِ شوہر نفلی عبادت نہ کرنا،

بیوی کا بے اذنِ شوہر گھر سے باہر نہ نکلنا وغیرہا اور موصوف نے اس کتاب کا نام: **شوہر کے حقوقِ واجبہ**" رکھا ہے، اللہ تعالیٰ اسے بھی مقبولِ عام و خاص کرے، آمین!!!

انہوں نے اپنے جواب میں ہر ہر موضوع پر قرآن و سنّت اور اقوالِ فقہا کی روشنی میں سیر حاصل بحث کی ہے اور جو اُن کی محنت، وُسعتِ علمی، فنی مہارت اور ان کے **دارالافتاء النّور** کے اہم رُکن ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

فقط

محمد عطاء الله نعيمي

خادم دار الحديث والإفتاء بجامعة النور

جمعية إشاعة أهل السنة (باكستان)
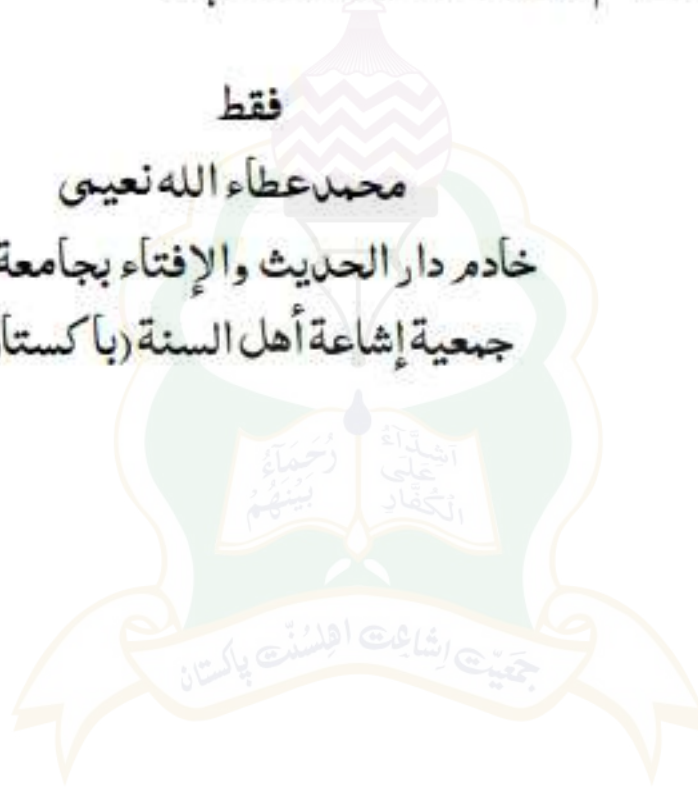
استفتاء: بیوی پر شوہر کے کون کونسے حقوقِ واجبہ ہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلّل جواب ارشاد فرمائیں۔ بَیِّنُوا بِالبُرھان أَجَرَکُمُ الرَّحمٰن

(سائل: سیّد محمد قاسم، آسٹریلیا)

اَلحَمْدُ للهِ الَّذِي أَرْشَدَنا فِي كَلامِهِ العَظِيمِ: " يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَاءً "وَ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلى سيِّدِنا مُحَمَّدٍ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وعَلى آلِهِ وَصَحبِهِ أَجْمَعِينَ وَ بَعْدُ:

اجمالی جواب: بیوی پر شوہر کے واجب حقوق درجِ ذیل ہیں:

1۔ اللہ عزّوجلّ ورسول ﷺ کے بعد بیوی سب سے بڑا حق شوہر کا جانے اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری میں لگی رہے۔

2۔ اپنی عزّت وعفّت کی حفاظت کرنا۔

3۔ شوہر کے مال کی حفاظت کرنا۔

4۔ وظیفۂ زوجیّت کے مطالبے پر انکار نہ کرنا۔

5۔ بیوی کا بے اذنِ شوہر نفلی عبادت نہ کرنا۔

6۔ بیوی کا بے اذنِ شوہر گھر سے باہر نہ نکلنا۔

یاد رہے کہ درج بالا حقوق وہ ہیں، جن کی رعایت کرنا بیوی پر واجب ولازم ہے۔ اگر ان کو نہیں بجالائے گی تو گنہگار ہوگی۔

اور شوہر پر بیوی کے واجب حقوق ہم اپنے رسالہ: **"بیوی کے حقوقِ واجبہ"**[1] میں تفصیلاً بیان کر چکے ہیں۔

تفصیلی جواب:

شوہر کے حقوقِ واجبہ

واجب نمبر 1:

اللہ عَزَّوَجَلَّ و رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد بیوی سب سے بڑا حق شوہر کا جانے اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری میں لگی رہے

بیوی پر شوہر کے حقوقِ واجبہ میں سے ایک یہ ہے کہ بیوی اللہ و رسول (عَزَّوَجَلَّ و صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کے بعد سب سے بڑا حق شوہر کا جانے، لہذا بیوی پر ازدواجی تعلقات میں مُطلقاً اور دیگر مباح اُمور میں شوہر کی اطاعت و فرمانبرداری لازم و فرض ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۪ وَ لِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ﴾[2]

ترجمہ: اور عورتوں کا بھی حق ایسا ہی ہے جیسا (مردوں کا) اُن پر ہے شرع کے موافق (مطابق) اور مردوں کو ان پر فضیلت ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ (کنز الایمان)

آیت مذکورہ کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح عورتوں پر شوہروں کے حقوق ادا کرنا لازم و واجب ہے اسی طرح شوہروں پر عورتوں کے حقوق پورا کرنا لازم و ضروری

---

(1)۔۔: رسالہ: "بیوی کے حقوقِ واجبہ" ستمبر 2021ء میں ادارہ: جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان) سے 4200 کی تعداد میں شائع ہو کر منظرِ عام پر آچکی ہے۔

(2)۔۔: [سورۃ البقرۃ: 2/ 228]

ہے، البتہ مرد کے حقوق عورت سے زیادہ ہیں۔

چنانچہ مذکورہ آیت کی تفسیر میں امام فخر الدّین رازی، مُتوفّٰی: 606ھ لکھتے ہیں: جان لو کہ میاں بیوی میں سے ہر ایک کا دوسرے پر حق ہے اور یہ بھی سمجھ لو کہ دونوں کا مقصدِ (اصلی) اُسی وقت پورا ہو گا جب ہر ایک دوسرے کے حق کی رعایت کرے گا اور یہ بھی جان لینا چاہیے کہ شوہر امیر ہوتا ہے اور بیوی مامور ہوتی ہے، لہٰذا شوہر کے امیر ہونے کی وجہ سے اس پر بیوی کے حقوق وضروریات کا انتظام و انصرام لازم وواجب ہے اور اس کے مقابلے میں بیوی پر شوہر کی اطاعت و فرمانبرداری کو ظاہر کرنا واجب ہے۔[1]

اور درج بالا آیت کی تفسیر میں مفسّرِ قرآن، شیخ ملاّجیون جونپوری حنفی، متوفی 1130ھ لکھتے ہیں: فرمانِ باری تعالی: "وَ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ" اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ شوہر اور بیوی میں سے ہر ایک کے دوسرے پر حقوق ہیں اور خدمت کرنا، ادب بجالانا اور بالکلیہ شوہر کے حکم کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا بیوی پر شوہر کے حقوقِ واجبہ میں سے ہے۔[2]

---

(1)۔۔۔اعْلَمْ أَنَّ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الزَّوْجَيْنِ حَقًّا عَلَى الْآخَرِ.وَاعْلَمْ أَنَّ الْمَقْصُودَ مِنَ الزَّوْجَيْنِ لَا يَتِمُّ إِلَّا إِذَا كَانَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مُرَاعِيًا حَقَّ الْآخَرِ وَ أَنَّ الزَّوْجَ كَالْأَمِيرِ ، وَالزَّوْجَةَ كَالْمَأْمُورِ، فَيَجِبُ عَلَى الزَّوْجِ بِسَبَبِ كَوْنِهِ أَمِيراً أَنْ يَقُومَ بِحَقِّهَا وَمَصَالِحِهَا، وَيَجِبُ عَلَيْهَا فِي مُقَابَلَةِ ذَلِكَ إِظْهَارُ الطَّاعَةِ لِلزَّوْجِ۔ملخصاً(مفاتيح الغيب=التفسير الكبير، البقرة، تحت الآية: 228، 6/ 440)

(2)۔۔قوله تعالى: "وَ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ" إيماء إلى حقوق كلّ من الزوج و الزوجة على الآخر فحقوق الزوج على الزوجة الخدمة والآداب و امتثال أوامره بالكلية۔ ملخصاً۔ (التفسيرات الأحمدية في بيان الآيات الشرعية. تحت هذه الآية. صفحة: 122۔

نیز شوہر بیوی پر نگہبان اور حاکم ہے اور بیوی مغلوب و محکوم ہوتی ہے، لہذا بیوی پر اس کی اطاعت و فرمانبر داری ضروری ہے۔

چناں چہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ ﴾ (1)

ترجمہ: مرد افسر ہیں عورتوں پر، اس لیے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس لیے کہ مردوں نے ان پر اپنے مال خرچ کیے؛ تو نیک بخت عورتیں ادب والیاں (شوہروں کی اطاعت کرنے والی) ہیں، خاوند کے پیچھے (خاوند کی عدم موجودگی میں) حفاظت رکھتی ہیں جس طرح اللہ نے حفاظت کا حکم دیا۔ (کنز الایمان)

اس آیتِ مبارکہ سے شوہر کی بیوی پر بڑائی خوب ظاہر ہوتی ہے گویا کہ عورت رعایا اور مرد بادشاہ ہے؛ اس لئے عورت پر مرد کی اطاعت و فرمانبر داری لازم و ضروری ہے، اس سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوتی ہے کہ مرد کے حقوق عورت کے حقوق سے زیادہ ہیں اور یہ عین انصاف اور حکمت کے تقاضے کے مطابق ہے۔

شانِ نزول

---

(1)۔۔:[سورة النساء: ٤/ ٣٤]

"تفسیرِ بغوی" میں ہے کہ حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنی بیوی حبیبہ کو کسی خطا پر ایک طمانچہ مارا، یہ اپنے والد کے ساتھ حضور سیدُ المرسلین ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں اور اپنے شوہر کی شکایت کرنے لگیں کہ میں نے ان کا بستر اپنے برابر بچھایا تو انہوں نے مجھے چہرے پر تھپڑ مارا۔ سرورِ دوعالم ﷺ نے قصاص لینے کا حکم فرمایا، تب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: "ہم نے کسی اور حکم کا رادہ کیا اور اللہ تعالی نے کسی اور حکم کا ارادہ فرمایا اور ارادۂ الٰہی بہتر ہے" اور آپ ﷺ نے قصاص لینے سے منع فرمادیا۔ [1]

قصاص لینے سے منع کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اب شوہر کو اس طرح مارنے کی اجازت ہو بلکہ بیوی کو اس طرح مارنا ممنوع ہے۔

چنانچہ حضور رحمتِ عالم ﷺ فرماتے ہیں: تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کو غلام کو کوڑے مارنے کی طرح نہ مارے پھر دن گزرنے کے بعد اس سے جماع

---

(1)۔۔:الْآيَةُ نَزَلَتْ فِي سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ وَكَانَ مِنَ النُّقَبَاءِ وَفِي امْرَأَتِهِ حَبِيبَةَ بِنْتِ زَيْدِ بْنِ أَبِي زُهَيْرٍ- قَالَهُ مُقَاتِلٌ، وَقَالَ الْكَلْبِيُّ: امْرَأَتُهُ حَبِيبَةُ بِنْتُ مُحَمَّدِ بْنِ مَسْلَمَةَ- وَذَلِكَ أَنَّهَا نَشَزَتْ عَلَيْهِ فَلَطَمَهَا، فَانْطَلَقَ أَبُوهَا مَعَهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: أَفْرَشْتُهُ كَرِيمَتِي فَلَطَمَهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لِتَقْتَصَّ مِنْ زَوْجِهَا» ، فَانْصَرَفَتْ مَعَ أبيها لتقتصّ منه فَجَاءَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «ارْجِعُوا هَذَا جِبْرِيلُ أَتَانِي بِشَيْءٍ» ، فَأَنْزَلَ اللهُ هَذِهِ الْآيَةَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:«أَرَدْنَا أَمْرًا وَأَرَادَ اللهُ أَمْرًا، وَالَّذِي أَرَادَ اللهُ خَيْرٌ» ، وَرَفَعَ الْقِصَاصَ.(معالم التنزيل في تفسير القرآن / تفسير البغوي، سورة النساء، تحت الآية: ٣٤، 1/ 327)

کرے۔[1]

دوسری روایت میں ہے: عورت کو غلام کی طرح مارنے کا قصد کرتا ہے (یعنی ایسا نہ کرے) کہ شاید دوسرے وقت اسے اپنا ہم خواب کرے۔[2]

اور صاحبِ بہارِ شریعت حدیثِ مذکور کو نقل کرنے کے بعد اس کا مطلب بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: زوجیت کے تعلقات اس قسم کے ہیں کہ ہر ایک کو دوسرے کی حاجت اور باہم ایسے مراسم کہ ان کو چھوڑنا دشوار لہذا جو ان باتوں کا خیال کریگا مارنے کا ہرگز قصد نہ کریگا۔[3]

اور چہرے پر مارنا بھی منع ہے، اس بارے میں امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت نقل کرتے ہیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی مارے تو اسے چاہئے کہ چہرے پر مارنے سے بچے۔[4]

---

(1)۔۔: عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَمْعَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لاَ يَجْلِدُ أَحَدُكُمُ امْرَأَتَهُ جَلْدَ العَبْدِ، ثُمَّ يُجَامِعُهَا فِي آخِرِ اليَوْمِ۔(صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب ما يكره من ضرب النساء، 7/ 32، الحديث: 5204)

(2)۔۔: وَذَكَرَ النِّسَاءَ، فَقَالَ: يَعْمِدُ أَحَدُكُمْ، فَيَجْلِدُ امْرَأَتَهُ جَلْدَ العَبْدِ، فَلَعَلَّهُ يُضَاجِعُهَا مِنْ آخِرِ يَوْمِ..(صحيح البخاري،كتاب تفسير القرآن، باب {لتركبن طبقا عن طبق}، 6/ 168، الحديث: 4942)

(3)۔۔: بہارِ شریعت، حقوقِ زوجین 4/104۔

(4)۔۔: عن النبي ﷺ قال: "إِذَا ضَرَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَتَّقِ الْوَجْهَ"(سنن أبي داؤد ، كتاب الحدود، باب في ضرب الوجه في الحد، 4/ 409، حديث: ٤٤٩٣، مطبوعه: دار ابن حزم، بيروت،

اور دوسری روایت ہے: جب تم میں سے کوئی مارے تو اسے چاہئے کہ چہرے سے اجتناب کرے۔[1]

البتہ بعض صورتوں میں بیوی کو مارنے کی اجازت ہے لیکن یہاں بھی ہلکی مار مارنے کا حکم ہے۔

چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَہُنَّ فَعِظُوْہُنَّ وَاہْجُرُوْہُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْہُنَّ﴾ [سورۃ النساء: ۴/۳۴]

ترجمہ: اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو تو انہیں سمجھاؤ اور (نہ سمجھنے کی صورت میں) ان سے الگ سوؤ (ان سے اپنے بستر الگ کر لو) اور انہیں مارو۔ (کنزالایمان)

یہاں آیتِ مبارکہ میں جو مارنے کا حکم بیان کیا گیا، اس سے مراد ہلکی مار ہے یعنی اتنا سخت نہ مارا جائے کہ اس کی ہڈی پسلی ٹوٹ جائے یا وہ زخمی ہو جائے بلکہ مسواک یا اس جیسی چیز سے مارے کہ مقصود اس کی تربیت و اصلاح ہے اور وہ زجر و توبیخ سے حاصل ہو جاتا ہے۔

چنانچہ حضرت عمرو بن احوص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا "میں تمہیں عورتوں کے حق میں بھلائی کی وصیت کرتا

الطبعة الأولى ١٤١٨هـ، ١٩٩٧ء)

(1)۔۔: "إِذَا ضَرَبَ أَحَدُكُمْ، فَلْيَجْتَنِبِ الْوَجْهَ" رواه أبو يعلى (التمام الحسن على جامع المسانيد والسنن، مسند أبي هريره رضى الله عنه، عمر، عن أبي سلمة، 3/ 334، الحديث: (٥٣٥٧)

ہوں، وہ تمہارے پاس مقید ہیں، تم ان کی کسی چیز کے مالک نہیں ہو البتہ یہ کہ وہ کھلم کھلا بے حیائی کی مُرتکب ہوں، اگر وہ ایسا کریں تو انہیں بستروں میں علیحدہ چھوڑ دو، **(اگر نہ مانیں تو) ہلکی مار مارو۔**[(1)]

اور مفسّرِ قرآن علامہ سیّد محمود آلوسی حنفی، متوفی 1270ھ مذکورہ آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: یعنی، ہلکی مار مارنے کا مطلب یہ ہے کہ گوشت نہ پھٹے اور ہڈی نہ ٹوٹے اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے: مسواک یا اس جیسی چیز سے مارا جائے۔[(2)]

اُسی میں ہے: ہمارے بعض اصحاب (احناف رحمہم اللہ تعالیٰ) نے یہ تصریح کی ہے کہ چار صورتوں میں شوہر بیوی کو مار سکتا ہے۔

(1) جب خاوند چاہتا ہو کہ بیوی بناؤ سنگھار کرے اور وہ میک اپ نہ کرے۔

(2) جب خاوند بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ نہ آئے۔

(3) جب وہ نماز نہ پڑھے اور ایک قول یہ کہ جب وہ غسل نہ کرے۔

---

(1)۔۔۔:أَلَا وَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا، فَإِنَّمَا هُنَّ عَوَانٌ عِنْدَكُمْ، لَيْسَ تَمْلِكُونَ مِنْهُنَّ شَيْئًا غَيْرَ ذَلِكَ، إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ، فَإِنْ فَعَلْنَ فَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ، وَاضْرِبُوهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ۔(سنن الترمذی، کتاب الرضاع، ما حق المرأة عل زوجها، 2/ 387، الحدیث: 1163)

(2)۔۔۔:وفسر غير المبرح بأن لا يقطع لحما ولا يكسر عظما.وعن ابن عباس أنه الضرب بالسواك ونحوه(روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني، 3/ 25)

(4) جب وہ بغیر کسی عذرِ شرعی کے گھر سے باہر چلی جائے۔[1]

اور علامہ نظام الدین حنفی، متوفی 1161ھ وجماعۃ من علماء الہند تحریر فرماتے ہیں: شوہر بناؤ سنگار کو کہتا ہے یہ نہیں کرتی یا وہ اپنے پاس بلاتا ہے اور یہ نہیں آتی اس صورت میں شوہر کو مارنے کا حق ہے۔[2]

نیز اللہ جلّ شانہٗ نے شوہر کو بیوی کا سردار اور حاکم بنایا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ﴾[3]

ترجمہ: دونوں کو عورت کا میاں دروازے کے پاس ملا۔ یعنی، عورت کا سردار (عزیزِ مصر) دونوں کو دروازے کے پاس ملا۔

اور امّ المؤمنین حضرت سیّدتنا عائشہ صدیقہ بنتِ صدیق رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتی ہیں: میں نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! عورت پر سب سے بڑا حق کس کا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس کے شوہر کا۔" میں نے عرض کی! اور مرد پر سب سے بڑا حق کس کا ہے؟ فرمایا: "اس کی ماں کا۔[4]

---

(1)۔۔:وقد نص بعض أصحابنا أن للزوج أن يضرب المرأة على أربع خصال وما هو في معنى الأربع ترك الزينة، والزوج يريدها، وترك الإجابة إذا دعاها إلى فراشه، وترك الصلاة في رواية والغسل، والخروج من البيت إلا لعذر شرعي (أيضاً)

(2)۔۔:وله ضربها بترك الزينة إذا كان يريدها وترك الإجابة(الفتاوى الهندية،كتاب النكاح،الباب الحادى عشر في القسم، ١/ ٣٤١)

(3)۔۔:[يوسف: 25/12]

(4)۔۔:عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ أَيُّ النَّاسِ أَعْظَمُ حَقًّا عَلَى

یعنی، شادی کے بعد بیوی پر والدین سے بھی زیادہ شوہر کا حق ہے۔ اس سلسلے میں ہمارے پاس حضور نبی رحمت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ظاہری زمانۂ مبارکہ کی ایک فرمانبردار عورت کا سبق آموز واقعہ موجود ہے کہ کس قدر شوہر کی اطاعت اور حکم شریعت پر عمل کرنے والی تھیں۔

چنانچہ ایک صحابی رضی اللہ تعالی عنہ سفر پر گئے اور وہ جاتے ہوئے بیوی سے کہہ گئے کہ بالاخانے سے نیچے نہیں اترنا۔ خاوند کے جانے کے بعد بیوی کو اپنے باپ کی بیماری کی خبر ملی تو اس بیوی نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں پیغام بھیجا کہ (یارسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم! میرے شوہر مجھے گھر سے باہر نہ نکلنے کا کہہ کر گئے تھے، اب میرے والد بیمار ہیں) کیا میں اپنے والد کے پاس (ان کی بیمار پرسی کے لیے) جاسکتی ہوں؟ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

اپنے شوہر کی اطاعت کر (اور گھر میں رہ)۔

تھوڑے دنوں بعد پیغام آیا کہ تیرے والد کا انتقال ہوگیا ہے، اُس نے پھر کسی کو بھیج کر رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے اجازت طلب کہ کیا اب وہ اپنے والد کے گھر جاسکتی ہے؟ یہ سُن کر فرمان عالی شان ہوا:

اپنے شوہر کی اطاعت و فرمانبرداری میں رہو۔

الْمَرْأَةِ؟ قَالَ: زَوْجُهَا قُلْتُ: فَأَيُّ النَّاسِ أَعْظَمُ حَقًّا عَلَى الرَّجُلِ؟ قَالَ: أُمُّهُ (المستدرك على الصحيحين، كتاب البر والصلة، أعظم الناس حقاً على الرجل أمه، 4/ 167، الحديث: 7244)

پھر اس کے باپ کو دفن کر دینے کے بعد حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس فرمانبردار عورت کی طرف پیغام بھیجا کہ اُسے بتاؤ! وہ اپنے شوہر کی اطاعت میں رہی، جس کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے اس کے والد کی مغفرت فرمادی۔[1]

اس واقعے سے یہ سبق ملتا ہے کہ شوہر کی اطاعت میں اللہ و رسول عزّوجلّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی رضا ہے اور کاش کہ اس پُر فتن دور میں خواتین میں یہ جذبہ ایمانی پیدا ہو جائے کہ وہ اپنے معاملات میں شرعی رہنمائی حاصل کریں اور حکمِ شریعت سُننے کے بعد حتی الامکان شوہر کی اطاعت و فرمانبرداری کریں اور شادی کے بعد والدین سے بھی زیادہ شوہر کا حق سمجھیں۔

جب بیوی شادی کے بعد بھی والدین کا حق شوہر سے زیادہ سمجھتی ہے اور اسی کے مطابق اپنے فیصلے کرتی ہے تو نوبت طلاق کی آجاتی ہے۔ گھر برباد ہو جاتا ہے اور اگر بیوی حضور نبی رحمت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مذکورہ فرمانِ عالیشان پر عمل کرے اور شوہر کے حق کو پہچانے تو گھر برباد ہونے سے بچ جائے۔

چناں چہ تاج المحدثین سراج الفقہا حضرت علامہ مولانا مفتی ارشاد حسین

---

(1)۔۔۔وكان رجل قد خرج في سَفَر وعهد إلى امرأته أن لا تنزل من العلو إلى سفل الدار وكان أبوها في السفل، فمرض أبوها فأرسلت المرأة تستأذن أن تنزل إلى أبيها فقال رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أطيعي زوجك، فمات أبوها فاستأذنت رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أن تنزل إليه فقال: أطيعي زوجك، فدفن أبوها، قال: فأرسل إليها رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يخبرها أنّ الله قد غفر لأبيها بطاعتها زوجها.(قوت القلوب في معاملة المحبوب، الفصل الخامس والأربعون ذكر التزويج، 2/ 416)

رام پوری حنفی[1]، متوفی: 1311ھ سے سوال ہوا: "بیٹیوں پر بعدِ شوہر دار ہو جانے کے فرضیتِ اطاعتِ والدین کی ان پر سے بسببِ فرضیتِ اطاعتِ شوہر کے بالکل ساقط ہو جاتی ہے یا بعض باقی رہتی ہے اور بعض ساقط ہو جاتی ہے؟

آپ علیہ الرّحمہ نے جواباً فرمایا: "عورت پر اطاعتِ شوہر مطلقاً فرض تھی ۔اس کے بعد اطاعتِ شوہر بعدِ شوہر دار ہونے کے اس پر فرض ہوئی تو جن اَمروں میں اطاعتِ والدین منافئ اطاعتِ شوہر ہو گی ان امروں میں بمقتضاے احادیث ،اطاعتِ والدین ساقط ہو گی اور باقی میں باقی رہے گی۔(پھر آپ علیہ الرّحمہ نے حدیثِ مذکور کو بطورِ دلیل بیان فرمایا)"[2]

لہٰذا ہر مسلمان بیوی کو چاہیے کہ شوہر کی اطاعت میں لگی رہے تاکہ شریعت کی پاسداری کے ساتھ ساتھ ان فضائل کی مستحق ہو سکے جو شوہروں کی اطاعت کرنے والی عورتوں کے بارے میں وارد ہوئے اور طے ہے کہ خاوند کو راضی رکھنے والی بیوی بلا حساب **جنّت** کی حقدار ہے بلکہ اس سے کہا جائے گا:"انبیاے کرام علیہم الاسلام کے ساتھ جنّت کے جس دروازے سے چاہے، داخل ہو جا" اور اسے ناراض رکھنے والی دوزخ پہنچ جائے گی۔

---

(1)۔۔امام اہلِ سنّت علیہ الرّحمہ کے فتاوی پر مفتی ارشاد حسین رام پوری علیہ الرّحمہ کی تصدیقات ہیں اور امام اہلِ سنّت، آپ علیہ الرّحمہ کے علم و فضل کے بڑے مدّاح تھے اور اپنی تحریرات میں کئی مقامات پر آپ کا تذکرہ نہایت ادب و احترام سے کیا ہے۔(مہتاب احمد نعیمی)

(2)۔۔:فتاوی ارشادیہ، حصّہ اوّل، صفحہ:117۔

چناں چہ حضرت سیّدتنا اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو عورت اس حال میں فوت ہوئی کہ اس کا شوہر اس سے راضی تھا تو وہ (سیدھی) جنّت میں پہنچ گئی۔[1]

شوہر تیری جنّت بھی ہے اور تیری دوزخ بھی

حضرت حُصَین بن مُحصَن رضی اللہ عنہ اپنی پھوپھی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ حضور نبیِّ اکرم و مکرّم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں اپنی کسی حاجت کے لیے حاضر ہوئیں پھر حاجت روا آقا ﷺ نے ان کی حاجت پوری فرمانے کے بعد پوچھا: کیا تو شادی شُدہ ہے؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں! پھر پوچھا: تو اپنے شوہر کے ساتھ کیسی ہے؟ عرض کرنے لگیں: جو بھی میرے بس میں ہوتا ہے، خدمت کی پوری کوشش کرتی ہوں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم جہاں بھی ہو اس کے ساتھ اچھے طریقے سے رہو؛ کیونکہ تیرا شوہر تیری جنّت بھی ہے اور تیری دوزخ بھی۔[2]

(1)۔۔: عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّمَا امْرَأَةٍ مَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ دَخَلَتِ الجَنَّةَ۔ (سنن الترمذي، باب ما جاء في حق الزوج على المرأة، 3/458، رقم: 1161)

(2)۔۔: عَنْ حُصَيْنِ بْنِ مِحْصَنٍ، عَنْ عَمَّةٍ لَهُ أَنَّهَا أَتَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَاجَةٍ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ حَاجَتِهَا قَالَ: أَذَاتُ زَوْجٍ أَنْتِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ قَالَ: فَكَيْفَ أَنْتِ لَهُ؟ قَالَتْ: مَا آلُوهُ إِلَّا مَا أَعْجَزُ عَنْهُ قَالَ: انْظُرِي أَيْنَ أَنْتِ مِنْهُ، فَإِنَّهُ جَنَّتُكِ وَنَارُكِ۔ (السنن الكبرى، كتاب عشرة النساء، طاعة المرأة زوجها، 8/ 184، رقم: 8912)

اور حضرت سیّدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب عورت پانچ نمازیں پڑھے، ماہِ صیام کے روزے رکھے، شرمگاہ کی حفاظت کرے (بدکاری سے بچے) اور شوہر کی فرمانبرداری کرے تو اس عورت سے کہا جائے گا: جنّت کے جس دروازے سے چاہے، جنّت میں داخل ہو جا۔[1]

اور "کنز العُمّال" میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دین کا ایک مسئلہ جسے بندۂ مؤمن سیکھتا ہے، وہ ایک سال کی عبادت اور بنی اسماعیل کے غلام آزاد کرنے سے بہتر ہے اور بے شک (سُنّی صحیح العقیدہ) طالب العلم، شوہر کی فرمانبرداری کرنے والی عورت اور والدین کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنے والا نوجوان، یہ تینوں انبیاے کرام علیہم السلام کے ساتھ بلاحساب جنّت میں پہنچ جائیں گے۔[2]

اور حضور نبیِّ اکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے (شبِ معراج) جہنّم کا منظر دیکھا تو اس میں بہت زیادہ عورتوں کو دیکھا۔ عورتوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ

---

(1)۔۔:عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ خَمْسَهَا، وَصَامَتْ شَهْرَهَا، وَحَفِظَتْ فَرْجَهَا، وَأَطَاعَتْ زَوْجَهَا قِيلَ لَهَا: ادْخُلِي الْجَنَّةَ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شِئْتِ۔(مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند عبد الرحمن بن عوف الزهري رضي الله عنه، 3/199، رقم: 1661)

(2)۔۔:مسألة واحدة يتعلمها المؤمن خير له من عبادة سنة وخير له من عتق رقبة من ولد إسماعيل، وإن طالب العلم والمرأة المطيعة لزوجها والولد البار بوالديه يدخلون الجنة مع الأنبياء بغير حساب۔(كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، كتاب العلم من قسم الأقوال، الباب الأول: في الترغيب فيه، /160، رقم: 28828)

صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، یہ کس وجہ سے ہے ؟ فرمایا: عورتیں بہت زیادہ لعن طعن کرتی ہیں اور حُسنِ سلوک کے ساتھ پیش آنے والے شوہر کی ناشکری کرتی ہیں۔[1]

اور رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: میں نے دوزخ کو دیکھا تو میں نے آج جیسا بھیانک منظر کبھی نہیں دیکھا تھا اور میں نے اس میں اکثر عورتوں کو دیکھا۔ صحابہ کرام علیہم الرّضوان نے عرض کیا: یارسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم! دوزخ میں زیادہ تر عورتیں کیوں ہیں؟ فرمایا: کیونکہ وہ ناشکری کرتی ہیں۔ عرض کیا: کیا وہ اللہ تعالی کی ناشکری کرتی ہیں؟ فرمایا: (نہیں بلکہ) وہ شوہر کی ناشکری کرتی ہیں اور اس کے احسان کو فراموش کر دیتی ہیں، تو اگر بیوی کے ساتھ زمانہ بھر حُسنِ سلوک کے ساتھ پیش آتا رہے پھر وہ تجھ میں کوئی ناپسند بات دیکھے تو کہے گی: میں نے تجھ میں کبھی کوئی بھلائی دیکھی ہی نہیں۔[2]

اور حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: میں نے جنت کا مُشاہدہ کیا تو اس میں عورتوں کو کم پایا، تو پوچھا: عورتیں کہاں ہیں؟ بتایا گیا: انہیں دو سرخ چیزوں سونے اور زعفران نے غافل کر رکھا ہے۔[3]

---

(1)۔۔۔:قَالَ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: أطلعت في النار فرأيت أكثر أهلها النساء...قلن: لِمَ يا رسول الله قال: تكثرن اللعن وتكفرن العشير۔ملخصاً۔(قوت القلوب في معاملة المحبوب، الفصل الخامس والأربعون ذكر التزويج، 416/2)

(2)۔۔۔:وَرَأَيْتُ النَّارَ، فَلَمْ أَرَ كَالْيَوْمِ مَنْظَرًا قَطُّ، وَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ قَالُوا: لِمَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: بِكُفْرِهِنَّ قِيلَ: أَيَكْفُرْنَ بِاللهِ؟ قَالَ: يَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ، وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ، لَوْ أَحْسَنْتَ إِلَى إِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ، ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا، قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ۔(مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند عبد الله بن العباس بن عبد المطلب، 443/4)

(3)۔۔۔:اِطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَإِذَا أَقَلُّ أَهْلِهَا النِّسَاءُ فَقُلْتُ أَيْنَ النِّسَاءُ قُلْنَ شَغَلَهُنَّ الْأَحْمَرَانِ الذَّهَبُ وَ الزَّعْفَرَانِ(المسند للإمام أحمد بن حنبل،حديث أبي أمامة الباهلي،۲۸۹ /۸،الحديث:۲۲۲۹۵، بتغير)

سونے سے مراد **زیورات** اور **زعفران** سے مراد زرد رنگ سے **کپڑوں کا رنگنا** ہے۔

جنّتی حوریں کس بیوی کے لیے بددعا کرتی ہیں؟

اور بیوی یہ بات یاد رکھے کہ اگر اپنے شوہر کو اس طرح تکلیف دے گی تو جنتی حور اُس کے لیے بربادی کی دعا کرے گی۔

چنانچہ حضور نبیِّ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: جب دنیا میں بیوی اپنے خاوند کو تکلیف دیتی ہے تو جنّتی حور اسے کہتی ہے: اللہ تعالی تجھے قتل و برباد کرے، اِسے ایذا نہ دے یہ تو تیرے پاس مہمان ہے، عنقریب تجھ سے جدا ہو کر ہمارے پاس آئے گا۔[1]

نیک بیوی عمدہ ترین خزانہ ہے

پھر وہ بیوی جو شوہر کو خوش رکھے وہ شوہر کا بہترین خزانہ ہے۔

چنانچہ سب سے آخری نبی حضرت محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرتِ عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے فرمایا: کیا میں تمہیں مرد کا بہترین خزانہ نہ بتاؤں؟ وہ خزانہ نیک بیوی ہے کہ جب خاوند اُسے دیکھے تو خوش ہو جائے اور جب اُسے کوئی حکم دے تو وہ اطاعت کرے اور جب خاوند کہیں جائے تو اس کے مال کی حفاظت کرے۔[1]

قوت القلوب لأبي طالب المكي ۲/۴۱۶)

(1)ـــ:عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:لَا تُؤْذِي امْرَأَةٌ زَوْجَهَا فِي الدُّنْيَا إِلَّا قَالَتْ زَوْجَتُهُ مِنَ الْحُورِ الْعِينِ: لَا تُؤْذِيهِ قَاتَلَكِ اللهُ؛ فَإِنَّمَا هُوَ عِنْدَكِ دَخِيلٌ يُوشِكُ أَنْ يُفَارِقَكِ إِلَيْنَا(أيضاً، تتمة مسند الأنصار، حديث معاذ بن جبل، 417/36)

خاوند کے حق کا اعتراف اور اس کی اطاعت کرنا شہادت کے برابر ہے

خاوند کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے والی خواتین بہت کم ہیں حالانکہ اس کا اجر بہت بڑا ہے کہ اگر بیوی اس کی اطاعت کرتی ہے تو وہ جہاد میں جامِ شہادت نوش کرنے والے شہید کے برابر ٹھہرے گی کہ مردوں کو جو شہادت عطا کی گئی، اس کی جگہ عورتوں کو شوہر کی اطاعت کا حکم دیا گیا۔

چنانچہ ایک عورت نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی: یارسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں عورتوں کی طرف سے آپ کی طرف قاصد بن کر آئی ہوں، (پوچھنا یہ ہے کہ) اللہ عزّوجلّ نے مردوں پر جہاد فرض کیا ہے اور اگر وہ جہاد میں شہید نہ بھی ہوں تو مستحقِ ثواب ہیں اور اگر جامِ شہادت نوش کر لیں تو اپنے ربُّ العزّت کے ہاں زندہ ہیں، اُنہیں رزق بھی دیا جاتا ہے۔ (اور ہم عورتیں ان کی خدمت کرتی ہیں اور ہمیں جہاد سے روک دیا گیا ہے) تو ہم عورتوں اور ان مردوں کے درمیان عدل کیسے ہو گا؟ (اور اب ہمارے لیے کیا اجر ہے؟ یہ سُن کر) آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: خاوند کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا اور اس کے حق کا اعتراف کرنا، یہ اُس شہادت کے برابر ہے اور (سنو!) خاوند کا حق ادا کرنے والی عورتیں بہت

(1)۔۔۔: ألا أُخْبِرُكَ بِخَيْرِ مَا يَكْنِزُ الْمَرْءُ؟ الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ، إِذَا نَظَرَ إِلَيْهَا سَرَّتْهُ، وَإِذَا أَمَرَهَا أَطَاعَتْهُ، وَإِذَا غَابَ عَنْهَا حَفِظَتْهُ (سنن أبي داود، كتاب الزكاة، باب في حقوق المال، 2/126)

کم ہیں۔[1] ، یہ اُس شہادت کے برابر ہے اور (سنو!) خاوند کا حق ادا کرنے والی عورتیں بہت کم ہیں۔[2]

اورامّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں :ایک نوجوان عورت نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں ایک جوان لڑکی ہوں، میرا رشتہ طلب کیا جارہا ہے اور میں شادی کوناپسند کرتی ہوں؛لہذا (مجھے بتایا جائے کہ) شوہر پر بیوی کا کیا حق ہے؟ (یہ سُن کر) آپ ﷺ نے فرمایا: اگر اس کے سر سے لے کر پاؤں تک پیپ بہتی ہو اور بیوی اُسے زبان سے چاٹ لے تو پھر بھی اس نے شوہر کا حق ادا نہیں کیا، (یہ سُن کر) وہ کہنے لگی: پھر میں تو شادی نہیں کروں گی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ایسا نہ کہو بلکہ شادی کرو ؛کیونکہ یہی تمہارے لیے بہتر ہے۔[3]

---

(1)۔۔:جَاءَتْهُ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ: إِنِّي رَسُولَةُ النِّسَاءِ إِلَيْكَ،۔۔كَتَبَ اللهُ الْجِهَادَ عَلَى الرِّجَالِ، فَإِنْ أَصَابُوا أُجِرُوا، وَإِنِ اسْتُشْهِدُوا كَانُوا أَحْيَاءً عِنْدَ رَبِّهِمِ يُرْزَقُونَ، فَمَا يَعْدِلُ ذَلِكَ مِنَ النِّسَاءِ؟ قَالَ: «طَاعَتُهُنَّ لِأَزْوَاجِهِنَّ، وَالْمَعْرِفَةُ بِحُقُوقِهِمْ، وَقَلِيلٌ مِنْكُنَّ تَفْعَلُه‍ملخصاً (المصنّف لعبد الرّزاق، كتاب: الأيمان والنذور، باب: من نذر لينحرن نفسه، 8/ 463)

(2)۔۔:جَاءَتْهُ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ: إِنِّي رَسُولَةُ النِّسَاءِ إِلَيْكَ،۔۔كَتَبَ اللهُ الْجِهَادَ عَلَى الرِّجَالِ، فَإِنْ أَصَابُوا أُجِرُوا، وَإِنِ اسْتُشْهِدُوا كَانُوا أَحْيَاءً عِنْدَ رَبِّهِمِ يُرْزَقُونَ، فَمَا يَعْدِلُ ذَلِكَ مِنَ النِّسَاءِ؟ قَالَ: «طَاعَتُهُنَّ لِأَزْوَاجِهِنَّ، وَالْمَعْرِفَةُ بِحُقُوقِهِمْ، وَقَلِيلٌ مِنْكُنَّ تَفْعَلُه‍ملخصاً (المصنّف لعبد الرّزاق، كتاب: الأيمان والنذور، باب: من نذر لينحرن نفسه، 8/ 463)

(3)۔۔:أَتَت فتاة إِلَى النَّبِي صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسلم فَقَالَت: يَا نَبِي الله، إِنِّي فتاة أُخْطَبُ فَأَكْرَهُ التَّزْوِيجَ فَمَا حقُّ الزَّوْجِ عَلَى الْمَرْأَة؟ قَالَ "لَو كَانَ من فَرقِه إِلَى قَدَمِه صَدِيد فلَحِسَتْه مَا أَدَّتْ

اور اُمّ المؤمنین زوجۂ نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے عورتوں کی طرف متوجّہ ہو کر فرمایا: جو عورت خدا کی اطاعت کرے اور شوہر کا حق ادا کرے اور اسے نیک کام کی یاد دلائے اور اپنی عصمت اور اس کے مال میں خیانت نہ کرے تو اس کے اور شہیدوں کے درمیان جنت میں ایک درجہ کا فرق ہو گا، پھر اگر اس کا شوہر مؤمن اور اچھے اخلاق والا ہے تو جنت میں وہ اس کی بیوی ہو گی ورنہ شہدا میں سے کوئی اور اس کا شوہر ہو گا۔ (1)

اور حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر میں کسی شخص کو کسی مخلوق کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شوہر کو بیوی پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ (2)

شُكْرَه، قَالَت: أفلا أتزوّج؟ قَالَ: بلَى تَزَوَّجِي فَإِنَّهُ خَيْرٌ. (إحياء علوم الدين، كتاب آداب النكاح، 2/ 57)

(1)۔۔عَنْ مَيْمُونَةَ: ...أَقْبَلَ عَلَى النِّسَاءِ فَقَالَ: «إِنَّهُ لَيْسَ مِنِ امْرَأَةٍ أَطَاعَتْ وَأَدَّتْ حَقَّ زَوْجِهَا، وَتَذْكُرُ حُسْنَهُ وَلَا تَخُونُهُ فِي نَفْسِهَا وَمَالِهِ إِلَّا كَانَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الشُّهَدَاءِ دَرَجَةٌ وَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ، فَإِنْ كَانَ زَوْجُهَا مُؤْمِنًا حَسَنَ الْخُلُقِ فَهِيَ زَوْجَتُهُ فِي الْجَنَّةِ وَإِلَّا زَوَّجَهَا اللهُ مِنَ الشُّهَدَاءِ. (المعجم الكبير، الحديث: ٢٨، ٢٤/ ١٦)

(2)۔۔وَلَوْ كَانَ يَنْبَغِي لِبَشَرٍ أَنْ يَسْجُدَ لِبَشَرٍ لَأَمَرْتُ الزَّوْجَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا إِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا لِمَا فَضَّلَهُ اللهُ تَعَالَى عَلَيْهَا (المستدرك للحاكم، كتاب البر والصلة، باب حق الزوجة، الحديث: 7324، 4/ 69)

اسی طرح حضرت سیّدنا قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی روایت میں سجدہ کی وجہ یہ بھی بیان فرمائی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کا حق عورتوں کے ذمہ کر دیا ہے۔[1]

اور حضرت سیّدنا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راویت ہے: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت ایمان کا مزہ نہیں پا سکتی جب تک حقِ شوہر ادا نہ کرے۔[2]

اور حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: اگر خاوند اپنی بیوی کو حکم کرے کہ پیلے پہاڑ سے پتھر اُٹھا کر کالے پہاڑ پر اور کالے پہاڑ سے سفید پہاڑ پر لے جائے تو بیوی کو چاہیے کہ وہ ایسا ہی کرے۔[3]

اور مُفَسّرِ شہیر حکیمُ الاُمَّت مفتی احمد یار نعیمی متوفی: 1391ھ اس حدیثِ پاک کے تحت تحریر فرماتے ہیں: یہ فرمانِ مبارک مبالغہ کے طور پر ہے، سیاہ و سفید پہاڑ قریب قریب نہیں ہوتے بلکہ دُور دُور ہوتے ہیں مقصد یہ ہے کہ اگر مشکل سے مشکل

---

(1)۔۔: لِمَا جَعَلَ اللهُ لَهُمْ عَلَيْهِنَّ مِنَ الْحَقِّ (سُنَن أبي داود، كتاب النكاح، باب في حق الزوج على المرأة، الحديث: 2140، 2/ 244)

(2)۔۔: عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَجِدُ امْرَأَةٌ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ حَتَّى تُؤَدِّيَ حَقَّ زَوْجِهَا. (المعجم الكبير، الحديث: 90، 20/ 52)

(3)۔۔: لَوْ أَمَرَهَا أَنْ تَنْقُلَ مِنْ جَبَلٍ أَصْفَرَ إِلَى جَبَلٍ أَسْوَدَ وَمِنْ جَبَلٍ أَسْوَدَ إِلَى جَبَلٍ أَبْيَضَ كَانَ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تَفْعَلَهُ. (مشكاة المصابيح، كتاب النكاح، باب عشرة النساء وما لكل واحدة من الحقوق، 2/ 967، الحديث: 3270)

مشكاة المصابيح لمحمد بن عبد الله الخطيب العمري، أبي عبد الله، ولي الدين، التبريزي (المتوفى: 741هـ)، الناشر: المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الثالثة، 1985ء۔

کام کا بھی حکم دے تب بھی بیوی اسے کرے کالے پہاڑ کا پتھر سفید پہاڑ پر پہنچانا سخت مشکل ہے کہ بھاری بوجھ لے کر سفر کرنا ہے۔[1]

عباراتِ فقہامیں اس حق کی اہمیت

بیوی پر شوہر کی اطاعت و فرمانبرداری لازم و فرض ہے بلکہ ہر امر مباح کا ماننا اس پر لازم ہے کہ شوہر کے حکم کی وجہ سے اَمر مُباح بھی بیوی پر لازم وواجب ہو جاتا ہے، اس بارے میں حُجۃ الاسلام امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی، متوفی: 505ھ فرماتے ہیں: اس سلسلے میں قولِ شافی وکافی یہ ہے کہ نکاح ایک طرح سے غلامی کی ایک نوع ہے اور عورت مرد کی باندی ہے؛لہذا ہر مباح کام جس کا شوہر بیوی سے مطالبہ کرے، اس پر مطلقاً شوہر کی اطاعت لازم ہے دراں حالیکہ شوہر کے بیوی پر حقوقِ واجبہ کی شان میں بہت ساری احادیث مروی ہیں۔[2]

اور علامہ علاء الدین محمد بن علی حصکفی حنفی، متوفی:۱۰۸۸ھ تحریر فرماتے ہیں: ہر مُباح چیز جس کا شوہر عورت کو حکم دے، عورت پر اس کا ماننا واجب ہے۔[3]

عبارتِ مذکورہ کے تحت علامہ شامی علیہ الرّحمہ، متوفی:1252ھ "فتاوی شامی " میں لکھتے ہیں: ظاہر ہے کہ جب شوہر بیوی کو کسی اَمر مُباح کا حکم دے گا تو وہ اس پر

---

(1)۔۔:مراٰۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح،بیویوں سے رفاقت کا بیان، تیسری فصل،5/106۔

(2)۔۔:والقول الشافي فيه أن النكاح نوع رق فهي رقيقة له فعليها طاعة الزوج مطلقاً في كل ما طلب منها في نفسها مما لا مَعْصِيَةَ فِيهِ وَقَدْ وَرَدَ فِي تَعْظِيمِ حَقِّ الزَّوْجِ عَلَيْهَا أَخْبَارٌ كَثِيرَةٌ۔(إحياء علوم الدين، كتاب آداب النكاح، 2/56)

(3)۔۔:و حقه عليها أن تطيعه فی كلّ مباح يأمرها به.(الدر المختار،كتاب النكاح،باب القسم، ٤/ ٣٨٥)

واجب ہو جائے گا۔[1]

اور تاجُ المحدّثین سراجُ الفُقہا حضرت علامہ مولانا مفتی ارشاد حسین رام پوری حنفی، متوفی: 1311ھ سے سوال ہوا: اطاعت شوہر کی زوجہ پر فرض ہے یا نہیں؟

آپ علیہ الرّحمۃ نے جواباً فرمایا: ''اطاعت شوہر کی زوجہ پر فرض ہے۔''[2]

اسی میں ایک اور مقام پر اس بارے میں تفصیلی فتوی ہے، جس کا خلاصہ بیان کیا جاتا ہے:

اولاً عورت پر اطاعتِ والدین مطلقاً فرض تھی۔ اس کے بعد اطاعتِ شوہر ،تو جن امروں میں اطاعت والدین منافی اطاعتِ شوہر ہوگی، ان امروں میں بمقتضاے حدیثِ صحیح:لَا طاعةَ لِمخلوقٍ فِي معصيةِ الخالقِ کے اطاعتِ والدین ساقط ہو جائے گی اور باقی(امور) میں(اطاعتِ والدین) باقی رہے گی۔ جن امروں میں اطاعت زوج کی اوپر زوجہ کے فرض ہے ان میں اطاعتِ شوہر مقدم ہے اوپر اطاعتِ والدین کے،نہ باقی امور میں۔ اطاعت شوہر مقدم ہوگئی تو عورت کو باطاعت شوہر،شوہر کے گھر رہنا چاہیے،نہ والدین کے گھر اور شرط والدین کی اپنے گھر رکھنے کی لغو ہے۔ عورت کو بلا اجازتِ شوہر کے، کسی محرم یا والدین کی زیارت نہیں چاہیے۔ عورت بلا اجازتِ شوہر کے والدین کے مکان تک بالا خانہ سے نیچے تک چاہے والدین مر ہی کیوں نہ جائیں نہیں جاسکتی، اسی طرح والدین عورت کے، عورت سے بغیر

---

(1)۔۔:ظاهره أنه عند الأمر به منه يكون واجبا عليها (ردّ المحتار، أيضاً)

(2)۔۔:فتاوی ارشادیہ، حصّہ اوّل، صفحہ:117۔

مرضیِ شوہر کے ملاقات نہیں کر سکتی۔ اور شوہر کو ملاقاتِ والدین سے بہ مصلحت، حقِ منع پہنچتا ہے۔ اگر عورت باجازتِ شوہر والدین و شوہر دونوں کی خدمت کر سکتی ہے تو فبہا ورنہ شوہر کی ہی خدمت کرے گی فقط۔ ملخصًا۔[1]

اور مفتی دیارِ مصریہ شیخ محمد عباسی مہدی حنفی، متوفی:1315ھ لکھتے ہیں: بیوی پر اپنے شوہر کی اطاعت واجب ہے۔[2]

اور امامِ اہلِ سنت امام أحمد رضا خان علیہ الرّحمہ، متوفی1340ھ لکھتے ہیں:

اس (بیوی) پر فرض ہے کہ شوہر کی اطاعت کرے۔[3]

بلکہ شادی کے بعد بیوی پر والدین سے بھی زیادہ شوہر کا حق ہے خاص کر زوجیّت سے تعلق رکھنے والے کاموں میں اُس کے حکم کی اطاعت اور اس کی ناموس کی نگہداشت عورت پر فرض ہے، اس بارے میں امامِ اہلِ سنّت علیہ الرّحمہ تحریر فرماتے ہیں: عورت پر مرد کا حق خاص اُمورِ مُتعلّقِ زوجیت میں اللہ و رسول کے بعد تمام حُقُوق حتّٰی کہ ماں باپ کے حق سے زائد ہے۔ ان اُمور میں اس کے احکام کی اطاعت اور اس کے ناموس کی نگہداشت عورت پر فرضِ اَہَم ہے۔[4]

اور کافی عرصے سے ایک بیوی والدین کی اطاعت اور شوہر کی نافرمانی کر کے

---

(1)۔۔: أیضا، صفحہ:185-188۔

(2)۔۔: یجب علی الزوجة طاعة زوجها.(الفتاوی المهدیة فی الوقائع المصریة، کتاب النکاح،1/ 149)

(3)۔۔: فتاوی رضویہ، کتاب النکاح، 11/ 245۔

(4)۔۔: الفتاوٰی الرضویہ، کتاب الحضر والاباحۃ، 24/ 380 مطبوعہ رضافاؤنڈیشن لاھور

اپنے والدین کے ہاں بیٹھی ہوئی تھی،اس بیوی کے بارے میں مفتیٔ اعظم ہند شاہ محمد مصطفی رضا خان نوری حنفی، متوفی1402ھ، فرماتے ہیں: ”لڑکی پر اس بارے میں ماں باپ کی اطاعت حرام کہ یہ معصیّت ہے اور معصیّت میں کسی کی اطاعت نہیں ہو سکتی عورت پر فرض ہے کہ وہ شوہر کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی چاہے۔ شوہر کی ناراضی موجبِ ناراضیٔ الٰہی ہے اور شوہر کی رضامندی موجبِ رضائے خداوندی ہے۔ جب تک وہ شوہر سے معافی نہ چاہے گی،اس کی نماز بھی قبول نہ ہو گی۔“(1)

اطاعتِ شوہر ہر حال میں فرض ہے چاہے شوہر تندرست ہو یا بیمار، خواہ خوشحال ہو یا تنگدست اور چاہے صحیح و سالم ہو یا معذور۔ ہمارے پاس دار الافتاء میں ایسے کئی کیس آتے ہیں کہ جب شوہر خوشحال و صحیح و سالم تھا تو بیوی نے اسے دل وجان سے تسلیم کیا۔ پیار و محبّت اور اطاعت و فرمانبرداری کے ساتھ عورت ہنسی خوشی زندگی گزار رہی تھی لیکن کسی حادثے میں شوہر کے معذور ہو جانے کی وجہ سے نفرت اور نافرمانی پر اُتر آتی ہے بلکہ اس کا ساتھ چھوڑ کر مطالبہ طلاق شروع کر دیتی ہے۔ ایسی بیوی یہ سوچے کہ اگر اس کے ساتھ ایسا حادثہ پیش آجاتا تو اپنے شوہر سے کیا توقّع واُمّید رکھتی ،لہٰذا ہر حال میں شریعت کا حکم سمجھ کر رضائے الٰہی کے حصول کے لیے اپنے شوہر کی خدمت سرانجام دیتی رہے۔

چنانچہ مفتی اعظم پاکستان مفتی وقار الدین حنفی، متوفی ۱۴۱۳ھ سے سوال

(1)۔۔۔: فتاوی مصطفویہ، کتاب النکاح، حق شوہر، 4/316۔

ہوا: ایک شخص کی شادی تقریباً چار سال پہلے ہوئی تھی، اس کے دو بچے بھی ہیں۔ شوہر کو ایک حادثہ پیش آگیا جس سے اس کی دونوں آنکھیں اور ایک ہاتھ ضائع ہو گیا۔ اس کی بیوی اپنے والدین کے یہاں چلی گئی، اب وہ شوہر کے گھر نہیں آنا چاہتی۔ شوہر کے گھر جانا اس کے لئے لازم ہے یا نہیں اور اگر وہ نہ جائے تو اس پر زبردستی کی جاسکتی ہے یا نہیں ؟ جبکہ شوہر اس کو نان و نفقہ اور دیگر حقوق پورے کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے۔

آپ علیہ الرّحمہ نے جواباً ارشاد فرمایا: "ایسی صورت میں نکاح میں کوئی فرق نہیں آتا۔ شوہر کی مذکورہ حالت کے باوجود بیوی پر شوہر کی اطاعت فرض ہے۔ اس پر لازم ہے شوہر کے گھر رہے اور حقوقِ زوجیت ادا کرے۔ اگر شوہر کے بلانے کے باوجود شوہر کے گھر نہیں جاتی تو نافرمان ٹھہرے گی، اس صورت میں نفقہ کی حقدار نہیں ہو گی"۔

بیوی یہ سوچے کہ اس کے ساتھ یہ حادثہ پیش آتا تو اس صورت میں وہ شوہر سے کیا توقّع رکھتی، لہذا وہ شوہر کے گھر آجائے اور اس کی خدمات انجام دے کر رضائے الٰہی حاصل کرے۔ (1)

اگر عورت کو معلوم ہے کہ وہ شادی کے بعد اطاعتِ شوہر اور دیگر حقوقِ شوہر ادا نہیں کرسکے گی تو اس کے لیے نکاح کرنا ہی جائز نہیں ہے۔

چنانچہ امام اہلِ سنّت لکھتے ہیں: جس عورت کو اپنے نفس سے خوف ہو کہ غالباً اس سے شوہر کی اطاعت اور اُس کے حقوقِ واجبہ کی ادا نہ ہو سکے گی اسے نکاح ممنوع

(1)۔۔: وقار الفتاوی، میاں بیوی کے حقوق کا بیان، 3/252، مطبوعہ: بزم وقار الدین، کراچی۔

وناجائز ہے اگر کرے گی گنہگار ہوگی۔ یہ صورت کراہتِ تحریمی کی ہے۔[1]

شوہر کی نافرمانی کی جائز صورت

البتہ اگر کسی عورت کا باپ اپاہج ہو جائے اور اس کی خدمت کے لیے کوئی اور نہ ہو تو ایسی صورت میں وہ اپنے والد کے ہاں جاسکتی ہے اگرچہ شوہر منع کرے۔

علّامہ نظام الدین حنفی، متوفی 1161ھ و جماعۃ من علماء الہند تحریر فرماتے ہیں: عورت کا باپ اپاہج ہو اور اس کا کوئی نگران نہیں اور اس کا شوہر اسے باپ کے ہاں جانے سے منع کرتا ہے تو ایسی صورت میں عورت کا اپنے شوہر کی نافرمانی کر کے باپ کی خدمت کے لیے جانا جائز ہے۔[2]

بلکہ ایسی صورت میں عورت پر لازم ہے کہ اپنے شوہر کی نافرمانی کر کے باپ کی خدمت کے لیے چلی جائے جیسا کہ "بحر" میں ہے۔[3]

یہاں اُصولِ شرع یہ ہے کہ اگر شوہر کسی بھی ناجائز چیز کا حکم کرے تو اس کی نافرمانی جائز ہے کہ جس چیز میں خالق باری تعالیٰ کی معصیّت ہو، اس میں کسی کی اطاعت وفرمانبرداری جائز نہیں ہے کہ مطلوب اللہ ورسول کو راضی کرنا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمانِ عالیشان ہے: ﴿وَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ

(1)۔۔: (فتاوی رضویہ، کتاب النکاح، 12/ 291)

(2)۔۔: وإن كان لها أب زمن وليس له من يقوم عليه وزوجها يمنعها من الخروج إليه لها أن تعصي زوجها وتطيع الوالد۔ (الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الباب الحادى عشر في القسم، ١/ ٣٤١.

(3)۔۔: عليها أن تعصي الزوج في المنع (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، كتاب النكاح، باب القسم، 3/ 237)

یُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾ [1]

ترجمہ: اور اللہ و رسول کا حق زائد تھا کہ اسے راضی کرتے اگر ایمان رکھتے تھے۔(کنزالایمان)

اور مولائے کائنات حضرت علی المرتضی کرّم اللہُ وجہَہ الکریم سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں ہے، فرمانبرداری صرف نیک اُمور میں ہے۔ [2]

اور مفتیٔ اعظم ہند شاہ محمد مصطفی رضا خان نوری حنفی، متوفی 1402ھ تحریر فرماتے ہیں: (بیوی) شوہر کے بھائی سے پردہ کرے، اگر شوہر اس پر مجبور کرے کہ وہ اس کے بھائی کے سامنے اس سے پردہ نہ کرے تو اس میں اس کی اطاعت نہ کرے۔ اس کا شوہر تو اس خلافِ شرع کرنے سے اشد گنہگار مستحقِ نار ہو گا ہی، عورت بھی گنہگار ہو گی اگر اس کے کہنے سے ایسا کرے گی۔ [3]

لہذا جس کام میں اللہ تعالی کی نافرمانی ہو، اس میں اطاعتِ شوہر واجب نہیں اور جن کاموں میں اللہ و رسول کی نافرمانی نہیں، ان میں شوہر کی فرمانبرداری واجب ہے۔

---

(1)۔۔: [سورۃ التوبۃ: 9/62]

(2)۔۔: لاَ طَاعَةَ فِي مَعْصِيَةٍ، إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي المَعْرُوفِ۔

(صحیح البخاري، کتاب أخبار الآحاد، باب ما جاء في إجازة خبر الواحد الصدوق...إلخ، 9/ 89، الحدیث: 7257)

(3)۔۔: (فتاوی مصطفویہ، کتاب الطلاق، 5/142)

لہذا اللہ عزوجل و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بیوی سب سے بڑا حق شوہر کا جانے اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری میں لگی رہے بلکہ بیوی پر اس کی اطاعت و فرمانبرداری لازم و فرض ہے۔

واجب نمبر: 2 اور 3
عزّت و عفّت اور مال کی حفاظت کرنا

شوہر کے حقوقِ واجبہ میں سے یہ بھی ہے کہ بیوی اپنی عزّت و عِفّت اور خاوند کے مال کی سختی سے حفاظت کرے، اس میں خیانت نہ کرے اور اس کی اجازت کے بغیر کوئی چیز خرچ نہ کرے بلکہ عورت خاوند کی وہی چیز صدقہ کر سکتی ہے جسے صدقہ کرنے کی شوہر کی طرف سے عادتاً (عُرف میں) اجازت ہوتی ہے اور اگر معلوم ہو کہ فلاں چیز صدقہ کرنے سے شوہر ناراض ہو گا یا کوئی خاص چیز جو جو مرد نے اپنے لیے رکھی ہے، ایسی چیزوں کا صدقہ کرنا عورت کے لیے جائز نہیں ہے، البتہ عورت اپنے مال سے شوہر کی اجازت کے بغیر صدقہ و خیرات کر سکتی ہے۔

چناں چہ جو عورت شوہر کے مال کی حفاظت کرتی ہے، اللہ تعالی نے اُسے صالحہ اور نیک بخت عورت قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ﴾ (1)

ترجمہ: تو نیک بخت عورتیں ادب والیاں ہیں، خاوند کے پیچھے (خاوند کی عدم موجودگی میں) حفاظت رکھتی ہیں جس طرح اللہ نے حفاظت کا حکم دیا۔ (کنزالایمان)

---

(1)۔۔:[سورۃ النساء: ٤/ ٣٤]

مطلب یہ ہے کہ شوہر کے پس پُشت اپنی عفّت و پاکدامنی اور شوہر کے گھر ،مال اور اس کے راز کی حفاظت کرنے والی عورتیں نیک بخت ہیں۔

چناں چہ عظیم مفسّرِ قرآن محي السنہ، امام بغوی، متوفی:510ھ رقم طراز ہیں: شوہر کے پس پُشت اپنی عفّت و پاکدامنی کی حفاظت کرنے والی عورتیں نیک بخت ہیں۔ (1)

اور مفسّرِ شہیر امام رازی، متوفی:606ھ، اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں: نبیِ کریم ﷺ سے روایت ہے:سب سے بہتر عورت وہ ہے اگر تو اسے دیکھے تو خوش ہو جائے اور اگر اُسے حکم کرے تو وہ اطاعت و فرمانبرداری کرے تو کہیں جائے تو اپنی بیوی کو ذات کی حفاظت کرنے والی پائے اور اپنے مال پر امانت دار جانے۔ (2)

اور مفسّرِ قرآن صدر الافاضل مفتی سیّد نعیم الدّین مراد آبادی حنفی، متوفی: 1367ھ، اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اپنی عفت اور شوہروں کے گھر،

---

(1)۔۔:حافِظاتٌ لِلْغَيْبِ،أيْ:حَافِظَاتٌ لِلْفُرُوجِ فِي غَيْبَةِ الْأَزْوَاجِ(معالم التنزيل في تفسير القرآن = تفسير البغوي، تحت هذه الآية:4/ 34،1 / 15)

(2)۔۔:وَعَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «خَيْرُ النِّسَاءِ إِنْ نَظَرْتَ إِلَيْهَا سَرَّتْكَ وَإِنْ أَمَرْتَهَا أَطَاعَتْكَ وَإِنْ غِبْتَ عَنْهَا حَفِظَتْكَ فِي مَالِكَ وَنَفْسِهَا» ، وَتَلَا هَذِهِ الْآيَةَ.(التفسير الكبير، تحت هذه الآية:4/ 34، الناشر: دار إحياء التراث العربي –بيروت، الطبعة: الثالثة – 1420 هـ)

مال اور اُن کے راز کی (حفاظت کرنے والی عورتیں نیک بخت ہیں)۔[1]

اور حضرت سیّدنا ابواُمامہ باہلی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حجۃ الوداع کے دن دورانِ خطبہ رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا: کوئی بیوی اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر اس کے گھر کی کوئی چیز خرچ نہیں کر سکتی۔ اس پر عرض کیا گیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا بیوی اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر کسی کو کھانا بھی نہیں دے سکتی؟ تو فرمایا: کھانا تو بہترین مال ہے۔[2]

اور حضرت سیّدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: چار چیزیں جسے عطا ہو گئیں، اُسے دین و دنیا کی بھلائی مل گئی۔

(1) شکر گزار دل۔

(2) ذکر کرنے والی زبان۔

(3) مصیبتوں پر صبر کرنے والا بدن۔

(4) اپنے نفس اور خاوند کے مال میں گناہ کی مرتکب نہ ہونے والی بیوی۔[3]

اور اللہ تعالی کے سب سے آخری نبی حضرت محمد ﷺ نے فرمایا: تین

---

(1)۔۔: خزائن العرفان، تحت الآیۃ: 34/4۔

(2)۔۔عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي خُطْبَتِهِ عَامَ حَجَّةِ الوَدَاعِ يَقُولُ: لَا تُنْفِقُ امْرَأَةٌ شَيْئًا مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا، قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَلَا الطَّعَامَ، قَالَ: ذَاكَ أَفْضَلُ أَمْوَالِنَا (سنن الترمذی، أبواب الزکاۃ، باب في نفقة المرأة من بيت زوجها، 48/3)

(3)۔۔عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسلم قَالَ: " أَرْبَعٌ مَنْ أُعْطِيَهُنَّ فَقَدْ أُعْطِيَ خَيْرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ: قَلْبٌ شَاكِرٌ وَلِسَانٌ ذَاكِرٌ وَبَدَنٌ عَلَى الْبَلَاءِ صَابِرٌ وَزَوْجَةٌ لَا تَبْغِيهِ خَوْنًا فِي نَفْسِهَا وَلَا مَالِهِ (مشكاة المصابيح، كتاب النكاح، باب عشرة النساء، 976/2)

چیزیں انسان کی سعادت وخوش بختی سے ہیں،(ان میں سے ایک) ایسی نیک بیوی ہے کہ (اگر) تو اسے دیکھے تو وہ تجھے اچھی لگے (اور تو خوش ہو جائے) اور تو کہیں جائے تو اپنی بیوی کو ذات کی حفاظت کرنے والی پائے اور اپنے مال پر امانت دار جانے۔[1]

اور ذات پر حفاظت کرنے والی ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ بدکاری سے بچنے والی ہے۔

اسی حدث پاک کی شرح کرتے ہوئے امام عبد الرّؤف مُناوی علیہ الرّحمہ ،متوفی:1031ھ لکھتے ہیں:(تواُسے اپنی ذات پر حفاظت کرنے والی پائے)؛کیونکہ وہ اپنے شوہر کے علاوہ سے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرتی ہے یعنی بدکاری سے بچتی ہے۔[2]

شوہر کے مال کی حفاظت کرنے والی بیوی، بہترین عورت ہے:

نیز شوہر کے مال کی حفاظت کرنے والی بیوی، اس اُمّت کی بہترین عورت ہے۔

حضور نبیِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا:(اے میری اُمّت!) تمہاری بیویوں میں سے بہتر وہ ہے، جسے اُس کا شوہر دیکھے تو وہ اُسے خوش کردے اور جب اس کا شوہر اُسے حکم کرے تو حکم مانے اور جب وہ اُسے چھوڑ کر کہیں چلا جائے تو وہ اپنی ذات اور

---

(1)۔۔۔أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ثَلَاثَةٌ مِنَ السَّعادَةِ المَرْأَةُ الصَّالِحَةُ تَرَاها فَتُعْجِبُكَ وَتَغِيبُ عَنْها فَتَأْمَنُها على نَفْسِها ومالِكَ(الجامع الصغير،حرف الثاء،476/1)

(2)۔۔۔(فَتَأْمَنُها على نَفْسِها) لكَونِهَا من الحافِظاتِ فروجَهن إلّا على أزواجهنّ۔(التيسير بشرح الجامع الصغير، أيضاً)

اس کے مال کی حفاظت کرے۔ (1)

بخاری، مسلم اور مسند امام احمد بن حنبل میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے: عرب کی سب عورتوں میں بہتر قریش کی نیک بیویاں ہیں، اپنے چھوٹے چھوٹے بچے پر سب سے زیادہ مہربان اور اپنے شوہر کے مال کی سب سے بڑھ کر نگہبان ہیں۔ (2)

عورت کا اپنے شوہر کے مال سے صدقہ کرنا

عورت اگر حُسنِ نیت اور شوہر کی رضا حاصل کرنے کے لیے شوہر کے مال سے صدقہ کرے تو اس عورت، اس کے شوہر اور جس خادم کے ذریعے صدقہ دے، سب کے لیے اجر ہے۔

چناں چہ "بخاری و مسلم" میں حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے: سرکارِ والا تبار دو عالم کے مالک و مختار صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: جو

---

(1)۔۔:وقال صلى الله عليه وسلم خَيْرُ نسائِكم مَن إذا نظر إليها زوجُها سَرَّتْه وإذا أَمَرَها أَطَاعَتْه وإذا غَابَ عنها حَفِظَتْه في نفسِها ومالِه(إحياء علوم الدين، كتاب آداب النكاح، 2/ 39)

(2)۔۔:عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: '' خَيْرُ نِسَاءٍ رَكِبْنَ الإِبِلَ صَالِحُ نِسَاءِ قُرَيْشٍ، أَحْنَاهُ عَلَى وَلَدٍ فِي صِغَرِهِ، وَأَرْعَاهُ عَلَى زَوْجٍ فِي ذَاتِ يَدِهِ.(صحيح البخاري، كتاب النفقات، باب حفظ المرأة زوجها في ذات يده والنفقة، 7/ 6، الحديث: 5082) و (صحيح مسلم، كتاب الفضائل باب من فضائل نساء قريش، ٢ / ٣٠٧.٨) و(مسند أحمد بن حنبل عن أبي هريرة، ٢ / ٢٦٩)

عورت اپنے گھر کے کھانے سے کچھ صدقہ کرے بشرطیکہ اس کی نیت فاسد و خراب نہ ہو تو اسے خیرات کرنے کا ثواب، اس کے شوہر کو کمانے کا ثواب اور خادم کو بھی اس کے برابر ثواب ملے گا جن میں کوئی دوسرے کے ثواب کو کم نہ کرے گا۔[1]

بیان کردہ حدیثِ پاک کی تشریح میں حکیمُ الاُمّت مفتی احمد یار خان نعیمی حنفی، متوفی 1391ھ رقم طراز ہیں: اگرچہ حدیث پاک میں کھانے کی خیرات کا ذکر ہے مگر اس میں تمام وہ معمولی چیزیں داخل ہیں جن کے خیرات کرنے کی خاوند کی طرف سے عادۃً اجازت ہوتی ہے جیسے پھٹا پرانا کپڑا، ٹوٹا جوتا وغیرہ اور کھانے میں بھی عام کھانا روٹی سالن داخل ہے جس کو خیرات کرنے سے خاوند کی طرف سے ناراضی نہیں ہوتی، اگر خاوند نے کوئی خاص حلوہ یا معجون اپنے گھر کے لیے بہت روپیہ خرچ کرکے تیار کی ہے تو اس میں سے خیرات کی عورت کو اجازت نہیں۔ مرقات نے فرمایا یہاں خرچ کرنے میں بچوں پر خرچ، مہمانوں کی خاطر تواضع پر خرچ، بھکاری فقیر پر خرچ سب ہی شامل ہے مگر شرط یہ ہی ہے کہ مال برباد کرنے کی نیت نہ ہو بلکہ حصول ثواب کا ارادہ ہو اور اتنا ہی خرچ کرے جتنے خرچ کردینے کی عادت ہوتی ہے۔[2]

---

(1)۔۔۔:عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا أَنْفَقَتِ المَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ ، فَلَهَا أَجْرُهَا، وَلِلزَّوْجِ بِمَا اكْتَسَبَ، وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذَلِكَ.(صحيح البخاري، كتاب الزكاة، باب أجر المرأة إذا تصدقت، أو أطعمت، من بيت زوجها، غير مفسدة، الحديث: 1437، 1/ 352)، (صحيح مسلم ، كتاب الزكاة ، باب أجر الخازن الأمين، الحديث: 230، 1/ 967)

(2)۔۔۔:(مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، باب الجماعۃ وفضلہا، دوسری فصل، 3/128)

اور حضرت سیّدنا عطار رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے عورت کے متعلق پوچھا گیا: کیا وہ اپنے شوہر کے گھر (مال) سے صدقہ کر سکتی ہے؟ فرمایا: اپنی غذا کے بغیر نہیں کر سکتی اور (اگر اپنے کھانے سے خرچ کرے گی تو) اس کا اجر دونوں کو ملے گا اور عورت کے لیے حلال نہیں ہے کہ شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے مال سے صدقہ دے۔[1]

اور حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے: جب حضور نبی رحمت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے مکّہ فتح کیا تو کھڑے ہوئے درانحالیکہ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اور اپنے خطبے میں فرمایا: عورت کا اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر عطیہ دینا جائز نہیں ہے۔[2]

ذکر کردہ حدیثِ پاک کی تشریح میں امام جلال الدّین سیوطی شافعی، متوفی: 911ھ لکھتے ہیں: (حدیثِ پاک میں عورت کو جو بغیر اجازتِ شوہر عطیہ دینے کو ناجائز بتایا گیا، یہ اس وقت حکم ہے جب عورت) شوہر کے مال سے دے ورنہ جمہور علما کے نزدیک عورت کو اپنے مال سے صدقہ دینے کے لیے کسی سے اجازت لینے کی ضرورت

---

(1)۔۔عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، فِي الْمَرْأَةِ تَصَدَّقُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا؟ قَالَ: «لَا، إِلَّا مِنْ قُوتِهَا، وَالْأَجْرُ بَيْنَهُمَا، وَلَا يَحِلُّ لَهَا أَنْ تَصَدَّقَ مِنْ مَالِ زَوْجِهَا إِلَّا بِإِذْنِهِ»(سُنَن أبي داود، كتاب الزكاة، باب المرأة تتصدق من بيت زوجها، الحديث: 1688، 131/2)

(2)۔۔عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: لَمَّا فَتَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ قَامَ خَطِيبًا فَقَالَ فِي خُطْبَتِهِ: «لَا يَجُوزُ لِامْرَأَةٍ عَطِيَّةٌ، إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا».(سُنَن النسائي، كتاب الزكاة، عطية المرأة بغير إذن زوجها، 2540، 65/5)

نہیں ہے۔[1]

احادیث میں تطبیق وتوفیق

اقول وباللہ التوفیق: سوال: آپ نے حکم یہ بیان کیا کہ بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے مال سے صدقہ نہیں دے سکتی جیسا کہ مذکورہ احادیثِ طیبہ سے واضح ہے جبکہ بعض احادیثِ مبارکہ میں یہ ہے کہ صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور ﷺ سے اپنے شوہر کے مال سے صدقہ کرنے کا پوچھا تو آقا کریم ﷺ نے صدقہ دینے کی اجازت دی لیکن یہ حکم نہیں فرمایا کہ شوہر سے اجازت لے جیسا کہ حضرت سیّدتُنا اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میرے پاس میرے شوہر سیّدنا زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دیئے ہوئے مال کے علاوہ کچھ نہیں ہے تو کیا میں صدقہ کر سکتی ہوں؟ فرمایا: صدقہ کر روک مت کہ تجھ سے روکا جائے یعنی کہ اللہ تعالیٰ اپنا رزق تجھ سے رکے۔[2]

جواب: بیان کردہ حدیثِ پاک میں حضرتِ اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپ ﷺ نے جس مال سے صدقہ دینے کا حکم ارشاد فرمایا، وہ اُن کی ملکیت میں تھا نہ کہ

---

(1)۔۔:أي من مال الزوج وإلا فالعَطِيَّة من مالها لايحتاج إلى إذن عند الجمهور۔(حاشية السيوطي على سُنَن النسائي، كتاب الزكاة، باب عطية المرأة بغير إذن زوجها، 2539، 70/5)

(2)۔۔:عَنْ أَسْمَاءَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لِيَ مَالٌ إِلَّا مَا أَدْخَلَ عَلَيَّ الزُّبَيْرُ، فَأَتَصَدَّقُ؟ قَالَ: «تَصَدَّقِي، وَلاَ تُوعِي فَيُوعَى عَلَيْكِ(صحيح البخاري، كتاب الهبة وفضلها والتحريض عليها، باب هبة المرأة لغير زوجها وعتقها. . .إلخ، الحديث: 2590، 3/ 153)

حضرتِ زبیر رضی اللہ عنہ کی اجازت کے بغیر اُن کے مال سے صدقہ دینے کا فرمایا گیا۔

چنانچہ امام ابو محمد علاّمہ بدر الدین عینی حنفی، متوفی:855ھ مذکورہ حدیث پاک کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:(میرے پاس میرے شوہر سیّدنا زبیر رضی اللہ تعالی عنہ کے دیے ہوئے مال کے علاوہ کچھ نہیں ہے)اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مال حضرتِ اسماء رضی اللہ عنہا کی ملک ہو گیا تھا؛اس لیے حضور ﷺ نے انہیں صدقہ کرنے کا حکم ارشاد فرمایااور حضرتِ زبیر رضی اللہ عنہ سے اجازت لینے کا حکم نہیں دیا۔[1]

اور اگر کسی عورت نے خاوند کی اجازت کے بغیر خرچ کر لیا ہے تو وہ زندگی میں اپنے خاوند سے معاف کرالے ورنہ قیامت کے دن پوچھا جائے گا کہ تو اپنے شوہر کے مال میں نگہبان تھی، کیا اس کے مال کی حفاظت کی؟ پھر بروز قیامت حساب دینا ہو گا۔

چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا، چنانچہ حاکم نگہبان ہے، اس سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ آدمی اپنے اہلِ خانہ پر نگہبان ہے، اس سے اس کے اہلِ خانہ کے بارے سوال کیا جائے گا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر میں نگہبان ہے، اس سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا، خادم اپنے مالک کے مال

---

(1)۔۔مَعْنَاهُ: مَا صَيَّرَ ملكا لَهَا، فَأمرهَا، صلى الله عَلَيْهِ وَسلم، أَن تَتَصَدَّق، وَلم يأمرها باستئذان الزبير، رَضِي الله تَعَالَى عَنهُ.(عمدة القاري شرح صحيح البخاري، كتاب الهبة وفضلها والتحريض عليها، باب هبة المرأة لغير زوجها وعتقها. . .إلخ، الحديث: 2590، 13/ 151)

میں نگہبان ہے، اس سے اس کے بارے میں سوال ہو گا، آدمی اپنے والد کے مال میں نگہبان ہے، اس سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا، الغرض تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اس سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں سوال ہو گا۔[1]

عباراتِ فقہائے اُمّت میں ان دونوں حقوق کی اہمیّت

امامِ اہلِ سنت امام احمد رضا خان علیہ الرّحمہ، متوفی 1340ھ لکھتے ہیں: اس (شوہر) کی عزت کی سختی سے حفاظت کرنا اور اس کے مال کی حفاظت کرنا (بیوی پر شوہر کے حقوقِ واجبہ میں سے ہے)[2]

اور شیخ الحدیث حضرت علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی حنفی، متوفی: 1406ھ لکھتے ہیں: شوہر کی غیر موجودگی میں عورت پر فرض ہے کہ شوہر کے مکان اور مال وسامان کی حفاظت کرے اور بغیر شوہر کی اجازت کسی کو بھی نہ مکان میں آنے دے، نہ شوہر کی چھوٹی بڑی چیز کسی کو دے ... شوہر کا مکان اور مال وسامان یہ سب شوہر کی امانتیں ہیں اور بیوی ان سب چیزوں کی امین ہے اگر عورت نے اپنے شوہر کی کسی چیز کو جان بوجھ کر برباد کر دیا تو عورت پر امانت میں خیانت کرنے کا گناہ لازم ہو گا اور اس پر خُدا کا بہت بڑا

---

(1)۔۔۔:أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، الإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا، وَالخَادِمُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ» قَالَ: - وَحَسِبْتُ أَنْ قَدْ قَالَ - «وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي مَالِ أَبِيهِ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ».(صحيح البخارى ، كتاب الجمعة، باب الجمعة فى القرى والمدن، 1/ 212، الحديث: 893)

(2)۔۔۔:فتاویٰ رضویہ، کتاب الحظر والإباحۃ، ۲۴/ ۳۷۱، ملخصاً۔

عذاب ہو گا۔[1]

شوہر کے مال کو اس کی اجازت سے خرچ کرنے پر اجرِ عظیم

اگر بیوی، شوہر کے مال کو اس کی اجازت سے خرچ کرے گی تو دونوں کو برابر اجر و ثواب ملے گا۔

چناں چہ امام السالکین حضرت محمد ابو طالب مکّی علیہ رحمۃ اللہ القوی شافعی، متوفّٰی: 386ھ اپنی معرکۃ الآرا تصنیف: "قُوت القلوب" میں فرماتے ہیں: اور اگر عورت اپنے خاوند کی اجازت سے اس کے مال سے کھانا کھلائے اور راہِ خدا میں خرچ کرے تو دونوں کو اجر و ثواب ملے گا۔[2]

شوہر کے مال کی حفاظت نہ کرنے والیوں کے متعلق وعیدِ شدید

جو عورت شوہر کا مال اس کی اجازت کے بغیر خرچ کرتی ہے، وہ اللہ عزّوجلّ کے قہر و غضب میں رہتی ہے یہاں تک کہ اس کا شوہر اجازت دے دے۔

چناں چہ امام السالکین حضرت محمد ابو طالب مکّی علیہ رحمۃ اللہ القوی لکھتے ہیں: جب عورت اپنے خاوند کے مال سے بغیر اجازت خرچ کرتی ہے تو وہ عورت اللہ تعالیٰ کے غضب میں رہتی ہے یہاں تک کہ اس کا شوہر اجازت دے دے۔[3]

---

(1)۔۔: جنتی زیور، بیویوں کے حقوق، صفحہ: 51۔

(2)۔۔:إن أطعمت وأنفقت عن إذنه ورضاه كان لها مثل أجره (قوت القلوب في معاملة المحبوب، الفصل الخامس والأربعون: ذكر التزويج 2/ 415)

(3)۔۔:إذا أنفقت المرأة من مال زوجها بغير إذنه لم تزل في سخط الله عزّ وجلّ حتى يأذن لها(قوت

واجب نمبر: 4

وظیفۂ زوجیت کے مطالبے پر انکار نہ کرنا

خاوند کے حقوقِ واجبہ میں سے یہ بھی ہے کہ بیوی، ازدواجی تعلُّق کے مطالبے پر بغیر عذرِ شرعی کے انکار نہ کرے اگرچہ شوہر شرابی وکبابی یازانی ہی کیوں نہ ہو، ان افعالِ قبیحہ کا وبال شوہر پر ہے۔ بیوی کو شریعت کا حکم یہ ہے کہ وہ وظیفۂ زوجیت کے مطالبے پر منع نہ کرے۔

چنانچہ اللہ جلّ وعلا ارشاد فرماتا ہے: ﴿فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَیْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ﴾[1]

ترجمہ: پھر جب پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ جہاں سے تمہیں اللہ نے حکم دیا۔ بے شک اللہ پسند رکھتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور پسند رکھتا ہے ستھروں کو۔ (کنز الایمان)

اور فرماتا ہے: ﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۪ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ﴾ [أيضاً:223]

ترجمہ: تمہاری عورتیں تمہارے لیے کھیتیاں ہیں تو آؤ اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو۔ (کنز الایمان)

مفسّرِ قرآن حکیمُ الاُمّت مفتی احمد یار خان نعیمی حنفی، متوفی 1391ھ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں: جب عورتیں تمہاری کھیتیاں ہوئیں تو اپنی کھیتی یعنی شرمگاہ کو

القلوب في معاملة المحبوب، الفصل الخامس والأربعون: ذكر التزويج 2/ 415)

(1)۔۔۔:سورة البقرة: 2/222۔

جس طرح چاہو استعمال کرو، جب کبھی چاہو دن میں یا رات میں یا جیسے چاہو کھڑے ہو کر، لیٹ کر، بیٹھ کر، آگے سے، پیچھے سے یا چت بشرطیکہ صحبت فرج (اگلے مقام) میں ہو۔[1]

اور اللہ تعالی کے آخری نبی حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب خاوند اپنی بیوی کو وظیفہ زوجیت کے لیے بلائے تو اُسے چاہیے کہ حاضر ہو جائے اگرچہ تنور پر ہو۔[2]

اور حضرتِ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی حیلے بہانے کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائے۔ پوچھا گیا: حیلے بہانے کرنے والی عورت سے کونسی عورت مراد ہے؟ ارشاد ہوا: جسے شوہر اپنے بستر پر بلائے اور وہ کہے: آتی ہوں، آتی ہوں حتی کہ اس کے شوہر کی آنکھ لگ جائے۔[3]

اور شوہر اگر یوں ہی ناراض ہو کر سو گیا تو بیوی پر فرشتے صبح تک لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔

چناں چہ "بخاری شریف" میں حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ

---

(1)۔۔: تفسیر نعیمی، تحت الآیۃ المذکورۃ، 2/388، مکتبہ اسلامیہ، لاہور۔

(2)۔۔قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا الرَّجُلُ دَعَا زَوْجَتَهُ لِحَاجَتِهِ فَلْتَأْتِهِ، وَإِنْ كَانَتْ عَلَى التَّنُّورِ»(سُنَن الترمذی، أبواب الرضاع ، باب ما جاء في حق الزوج على المرأة، 457/3)

(3)۔۔لَعَنَ اللّٰهُ المتسوفات قيل ومن المتسوفات قيل الرَّجُلُ يَدْعُو امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ فَتَقُولُ: سَوْفَ سَوْفَ حتى تغلب عَيْنُهُ(المطالب العالية بزوائد المسانيد الثمانية، كتاب النكاح، باب نهي المرأة عن التواطؤ إذا استدعاها زوجها، الحديث: 1605، 195/8)

سے روایت ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جب شوہر نے بیوی کو اپنے بستر پر بلایا اور اس نے انکار کر دیا پھر شوہر نے اس سے ناراض ہو کر رات گزاری تو بیوی پر فرشتے صبح تک لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔ [1]

اور جس عورت پر اس کا شوہر ناراض ہو گیا، اس پر اللہ عزّ و جلّ ناراض ہو جاتا ہے۔

چنانچہ حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے: جس عورت سے اس کا شوہر راضی ہے، اس سے اللہ تعالی بھی راضی ہے اور جس عورت پر اس کا شوہر ناراض ہوا، اس پر اللہ عزّ و جلّ بھی ناراض ہو گیا، ہاں! اگر شوہر ناجائز کام کا حکم کرے تو اس میں شوہر کی اطاعت و فرمانبرداری کی اجازت نہیں ہے۔ [2]

اور حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں: قبیلہ خثعم کی ایک عورت نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی: "یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم! میں غیر شادی شدہ ہوں، میرا شادی کرنے کا ارادہ ہے، لہٰذا (ارشاد فرمایئے کہ عورت پر) شوہر کا کیا حق ہے؟" رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "شوہر کا عورت پر ایک حق یہ ہے کہ شوہر عورت کا ارادہ کرے اور اس سے جماع کا طلب گار ہو وہ اسے منع نہ کرے اگرچہ

---

(1)۔۔۔:عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ فَأَبَتْ فَبَاتَ غَضْبَانَ عَلَيْهَا لَعَنَتْهَا المَلاَئِكَةُ حَتَّى تُصْبِحَ، (صحيح البخاري، كتاب بدء الخلق، باب إذا قال أحدكم: آمين والملائكة في السماء، آمين، الحديث: 3237، 116/4)

(2)۔۔۔:عن عائشة قالت أيما امرأة رضي عنها زوجها رضي الله عنها، وإن سخط عليها زوجها سخط الله عليها، إلا أن يأمرها بما لا يحل (كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، كتاب النكاح، باب في ترغيبات النساء وترهيباتهن الترهيب، الحديث: 46031، 606/16)

اونٹ کی پیٹھ پر سوار ہو۔ ملخصاً[1]

اور یہ بات یاد رہے کہ بیوی اللہ تبارک وتعالیٰ کا حق اسی صورت میں ادا کر سکتی ہے جب اپنے شوہر کا پورا پورا حق ادا کرے۔

چنانچہ حضرت سیّدنا زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو بیوی اپنے خاوند کا پورا حق ادا نہیں کرتی، اس نے اپنے ربّ تعالیٰ کا حق ادا نہیں کیا۔[2]

مذکورہ احادیثِ طیبہ سے اَمس وشَمس کی طرح واضح وظاہر ہو گیا کہ بیوی پر شوہر کا لازم وواجب حق ہے کہ وظیفۂ زوجیت کے مطالبے پر بغیر عذرِ شرعی کے منع نہ کرے۔

عباراتِ فقہائے اُمّت میں اس حق کی اہمیت

فقیہِ اعظم علامہ علاء الدین ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی: 587ھ لکھتے ہیں: ان حقوق میں سے ایک حق یہ ہے کہ بیوی پر اس وقت شوہر کی اطاعت واجب ہے

---

(1)۔۔:عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ الله مَا حَقُّ الزَّوْجِ عَلَى زَوْجَتِهِ؟ قَالَ: " أَنْ لَا تَمْنَعَ نَفْسَهَا مِنْهُ وَلَوْ عَلَى قَتَبٍ فَإِذَا فَعَلَتْ كَانَ عَلَيْهَا إِثْمٌ"(السنن الكبرى للبيهقي،كتاب القسم والنشور،باب ماجاء في بيان حقه عليها، ۷/ ٤٧٧،الحديث:١٤٧١٤، مسند أبي داود الطيالسي ، الحديث:١٩٥١،ص٢٦٣)

(2)۔۔:وَعَن زيد بن أَرقم رَضِي الله عَنهُ قَالَ قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم الْمَرْأَة لَا تُؤَدِّي حق الله عَلَيْهَا حَتَّى تُؤَدِّي حق زَوجهَا كُله(الترغيب والترهيب من الحديث الشريف، كتاب النكاح وما يتعلق به، الحديث: 2989، 38/3)

جب وہ اسے بستر پر بلائے؛ کیونکہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: "اور شریعت کے مطابق جس طرح مردوں کا اُن پر حق ہے اسی طرح عورتوں کا بھی اُن پر حق ہے"۔ [1]

اور امامِ اہلِ سنت امام احمد رضا خان علیہ الرّحمہ، متوفی:1340ھ لکھتے ہیں: ازدواجی تعلّقات میں مُطلَقاً شوہر کی اطاعت کرنا (بیوی پر شوہر کے حقوق میں سے ہے) [2]

اور امام السّالکین حضرت محمد ابو طالب مکّی علیہ رحمۃ اللہ القوی، (سالِ وفات: 386ھ) فرماتے ہیں: بیوی پر واجب ہے کہ دن ہو یا رات کسی بھی وقت شوہر کو وظیفۂ زوجیت سے منع نہ کرے اگرچہ نفلی روزے سے ہو اور شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے لیے نفلی روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔ [3]

اور امام اہلِ سنّت علیہ الرّحمہ سے سوال ہوا: "اگر کسی عورت کا خاوند شراب پیتاہے اور شراب پی کر عورت سے جماع کرے تو اس عورت کو کیا کرنا چاہیے؟"

تو آپ علیہ الرّحمہ نے جواباً فرمایا: "خاوند کے شراب پینے کا وبال اُس پر ہے، عورت اُسے جماع سے منع نہیں کر سکتی۔ [4]

---

(1)۔۔:ومنها، وجوب طاعة الزوج على الزوجة إذا دعاها إلى الفراش لقوله تعالى {ولهن مثل الذي عليهن بالمعروف} [البقرة: 228] (بدائع الصنائع، كتاب النكاح ، باب المهر،2/ 594)

(2)۔۔:(فتاوی رضویہ، کتاب الحظر والاباحۃ، ۲۴/ ۱۷۳، ملخصاً۔

(3)۔۔:عليها أنْ لا تمنعه ليلاً ولا نهارًا في كل وقت، وإن كانت صائمة فلا يحل لها أن تصوم إلاّ بإذنه (قوت القلوب في معاملة المحبوب، الفصل الخامس والأربعون: ذكر التزويج 2/ 408)

(4)۔۔:(فتاوی رضویہ، عقائد وکلام ودینیات،، 29/ 91-94، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

بلکہ شریعت میں اس حق کی اس قدر اہمیّت ہے کہ اگر شوہر کو ہمبستری سے منع کرتی ہے حتی کہ جبراً بھی شوہر جماع پر قادر نہیں ہو تا تو عورت ناشزہ و نافرمان ہو گی اور نان نفقہ کی مستحق نہیں ہو گی۔

البتہ عورت اگر شوہر کے مکان میں رہے اور جماع پر راضی نہ ہو مگر شوہر چاہے تو جماع کر سکے پھر اگرچہ نہ کرے نفقہ کی حقدار ہو گی۔

چنانچہ علامہ علاء الدین محمد بن علی حصکفی حنفی، متوفی:1088ھ فرماتے ہیں: بیوی کے لئے نفقہ کا حق ہو گا وہ بیمار ہو اور اپنے گھر میں ہو اور اپنے آپ کو سپرد کرنے سے منع نہ کرے جیسا کہ فتح القدیر میں ہے۔

اور خاوند کے گھر سے بلاوجہ باہر رہنے والی کے لئے نفقہ نہیں وہ نافرمان ہو گی تاوقتیکہ واپس آئے اور ماتن نے خاوند کے گھر سے باہر کی قید ذکر کی، اس لئے کہ اگر خاوند کے گھر میں رہتے ہوئے جماع سے رکاوٹ کرے تو نافرمان نہ ہو گی۔ [1]

اس کے تحت علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی، متوفی:1252ھ فرماتے ہیں: شارح (صاحبِ درّ) نے جو کہا کہ جماع سے منع کرے، تو اس کو "سراج الوہاج" میں، خاوند کے گھر، اور خاوند کو جبراً اس سے جماع کی قدرت ہو، کے ساتھ مقیّد کیا ہے (کہ ایسی صورت ہو تو وہ نافرمان نہ کہلائے گی۔) [2]

---

(1)۔۔:لها النفقة لو مرضت في منزلها بقيت ولنفسها ما منعت وعليه الفتوى كما حرره في الفتح. لا نفقة لخارجة من بيته بغير حق وهي الناشزة حتى تعود. قيد بالخروج؛ لأنها لو مانعته من الوطء لم تكن ناشزة ملتقطاً۔(كتاب الطلاق، باب النفقة، 3/ 575)

(2)۔۔:(قوله:لو مانعته من الوطء إلخ) قيّده في السراج بمنزل الزوج وبقدرته على وطئها كرها۔ (أيضاً)

لہذا بیوی پر واجب ہے کہ ازدواجی تعلّق کے مطالبے پر بغیر عذرِ شرعی کے منع نہ کرے۔

ایامِ مخصوصہ (حیض ونفاس) میں ہم بستری کا حکم

البتہ ایامِ مخصوصہ میں شوہر کو ہم بستری سے منع کر سکتی ہے کہ حالتِ حیض میں بیوی کے ساتھ صحبت کرنا بنصِ قطعی حرام وگناہِ کبیرہ ہے۔

چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ۭ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَاۗءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْھُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ﴾ (1)

ترجمہ: (اے محبوب!) اور تم سے پوچھتے ہیں حیض کا حکم تم فرماؤ وہ ناپاکی ہے تو عورتوں سے الگ رہو حیض کے دنوں اور ان سے نزدیکی نہ کرو جب تک پاک نہ ہولیں۔ (کنزالایمان)

اور مُفَسّرِ قرآن امام ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی حنفی، متوفی: 375ھ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں: حالت حیض میں اُن کے ساتھ ہم بستری مت کرو۔ (2)

اور امام ابو البرکات عبد اللہ بن احمد نسَفی حنفی، متوفی: 710ھ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ان سے مجامَعت کرنے سے باز رہو۔ (1)

---

(1)۔۔: [سورۃ البقرۃ، 2/ 222]

(2)۔۔: فاعتزلوا النساء في المحيض ، أي لا تجامعوهن في حال الحيض (ولا تقربوهن) [يعني لا تجامعوهن وهن حيض. (تفسير السمرقندى المسمى بحرالعلوم ، تحت قوله تعالىٰ: فاعتزلوا النساء في المحيض ، ١/ ٢٠٥ ، مطبوعة: دارالكتب العلمية، الطبعة الاولى: ١٤١٣ھ)

اور علامہ زین الدین بن نُجیم مصری حنفی متوفی:970ھ فرماتے ہیں: حائضہ سے وطی کی حُرمت پر اجماع ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

" ولاتقربوهن حتی یطهرن "(ان کے قریب نہ جاؤ جب تک پاک نہ ہوجائیں۔)اور اس کی حرمت معلوم ہونے کے باوجود جان بوجھ کر اختیار سے فرج میں صحبت کرنا گناہ کبیرہ ہے۔[2]

علامہ نظام الدین حنفی، متوفی 1161ھ و جماعۃ من علماءِ الہند " فتاوی ہندیہ " میں " نہایہ " اور "کفایہ " کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں: حیض و نفاس کی حالت میں ہم بستری حرام ہے۔[3]

اور صدر الشریعہ ثالث مفتی امجد علی اعظمی حنفی علیہ الرحمہ "فتاوی شامی" کے حوالہ سے لکھتے ہیں: اس حالت میں ناف سے گھٹنے تک عورت کے بدن سے مرد کا اپنے کسی عُضْو سے چھونا بھی جائز نہیں ہے جبکہ کپڑا وغیرہ حائل نہ ہو شَہوت سے ہو یا بے شَہوت اور اگر ایسا حائل ہو کہ بدن کی گرمی محسوس نہ ہوگی تو حَرَج نہیں۔[4]

---

(1)۔۔أي: فاجتنبوا مجامعتهن.(مدارك التنزيل ، الجزء٢ ، تحت قوله تعالى: فاعتزلوا النسآء فى المحيض ،١/ ١٨٥ ،مطبوعة: دار الكلم الطيب بيروت ،الطبعةالاولى:١٤١٩ھ)

(2)۔۔:أما حرمة وطئها عليه فمجمع عليها لقوله تعالى: ولا تقربوهن حتى يطهرن ووطؤها في الفرج عالماً بالحرمة عامداً مختاراً كبيرة.(البحر الرائق شرح كنز الدقائق ، كتاب الطهارة، باب الحيض، تحت قوله: وقربان ماتحت الازار، ١/ ٢٠٧، مطبوعة: مصر ، طبعة:١٣٣٣ھ)

(3)۔۔:الأحكام التي يشترك فيها الحيض والنفاس ۔۔۔ منها حرمة الجماع۔(الفتاوى الهندية، كتاب الحيض، الباب السادس في الدماء المختصة بالنساء، 39/1)

(4)۔۔:بہارِ شریعت،طہارت کا بیان،1/382۔

البتہ ناف اور گھٹنے کے درمیانی حصہ کے علاوہ پورے بدن سے نفع حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

چناں چہ "عالمگیریہ" میں ہے: شوہر ایسی حالت میں ناف اور گھٹنے کے درمیانی حصہ کے علاوہ پورے بدن سے نفع حاصل کر سکتا ہے۔ (1)

اقول وباللہ التوفیق: اس سے معلوم ہوا کہ ناف اور گھٹنے سے نفع حاصل کرنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے، پھر میں نے شامی میں اس کی صراحت دیکھی۔

چنانچہ "حاشیہ شامیہ" میں ہے: ناف اور اس سے اوپر اور گھٹنہ اور اس سے نیچے حصہ بدن سے نفع اٹھانا جائز ہے۔ (2)

لہذا اگر یہ فعل بد صادر ہو جائے تو سچی توبہ و استغفار کرے اور کفارہ میں ایک دینار یا آدھا دینار صدقہ کرے۔

چناں چہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اوّل حیض میں جماع کر بیٹھے تو ایک دینار صدقہ کرے اور انقطاعِ دم میں ہو تو آدھا دینار صدقہ کرے۔ (3)

---

(1)۔۔:ویستمتع بجمیع بدنها ما خلا ما بین السرة والركبة۔ (الفتاوی الهندية، كتاب الحيض، الباب السادس في الدماء المختصة بالنساء، 39/1)

(2)۔۔:یجوز الاستمتاع بالسرة وما فوقها والركبة وما تحتها ولو بلا حائل(ردالمحتار، كتاب الطهارة، باب الحيض، تحت قوله: ویندب تصدقه بدینار او نصفه، ١/ ٥٣٤)

(3)۔۔:قال: إذا أصابها في أوّل الدم فدينار، وإذا أصابها في انقطاع الدم فنصف دينار۔(سنن أبي داؤد، كتاب الطهارة، باب فی اتيان الحائض، رقم الحديث:٢٦٥، ص:٦٢، مطبوعة: دارالفكر، بيروت، الطبعة الاولى:١٤٢٥ھ)

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ فرماتے ہیں:

ابتداے حیض میں وطی ہو تو ایک دینار اور آخرِ حیض میں ہو تو آدھا دینار صدقہ کرے اور "بحر" میں ہے کہ خون سُرخ یا کالا ہو تو ایک دینار اور پیلا ہو تو آدھا دینار صدقہ کرے۔(1)

واضح رہے کہ اس سلسلے میں جو حکم حیض کا ہے وہی حکم نفاس کا بھی ہے۔

چناں چہ علامہ محمد علاء الدین بن علی حصکفی حنفی متوفی:1088ھ فرماتے ہیں: نفاس کا حکم ہر چیز میں حیض کے حکم کی طرح ہے، البتہ سات احکام میں الگ ہے جنہیں میں نے "خزائن" اور "شرح ملتقی" میں ذکر کیا ہے۔(2)

حالتِ حیض و نفاس میں ہم بستری کو حلال سمجھنے والے کے بارے میں حکم شرع

اس حالت میں ہم بستری کو حلال سمجھنے والا کافر ہے کہ جس چیز کے حرام ہونے پر اجماع ہے، اُسے حلال جاننا کفر ہے۔

---

(1)۔۔۔إن كان الوطء في أول الحيض فبدينار أو آخره فبنصفه، وقيل بدينار لو الدم أسود وبنصفه لو أصفر . قال في البحر إذا واقع الرجل أهله وهي حائض، إن كان دماً أحمر فليتصدق بدينار، وإن كان أصفر فليتصدق بنصف دينار .(ردالمحتار ، كتاب الطهارة، باب الحيض ، تحت قوله: و يندب تصدقه بدينار او نصفه، ١/ ٤٩٤)

(2)۔۔۔وحكمه كالحيض في كل شيء إلا في سبعة ذكرتها في "الخزائن" وشرحي "للملتقى"(الدر المختار،كتاب الطهارة،باب الحيض ، تحت قوله: عقب ولد ، ص٤٥ ، مطبوعة: دارالكتب العلمية، الطبعةالاولى:١٤٢٣ھ)

چنانچہ حضرت صہیب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یعنی، جس نے قرآن کی حرام کردہ چیزوں کو حلال جانا، وہ قرآن پر ایمان رکھنے والا نہیں ہے۔ (1)

بیان کردہ حدیث پاک اس بات پر دلیل ہے کہ شرعی حرام کا حلال جاننا کفر ہے۔

اور امام ابنِ حجر ہیتمی شافعی، متوفّٰی: 373ھ لکھتے ہیں:

کافر بنانے والی چیزوں میں سے ایک یہ بھی ہے: جس چیز کی حُرمت پر اجماع ہے، مثلاً: شراب، لواطت، اس کو حلال سمجھنا۔ (2)

گناہِ صغیرہ کو حلال سمجھنے والا بھی کافر

عقیدے کے معروف امام، مفتی الثقلین علامہ ابو حفص نسفی علیہ الرحمہ، متوفی: 735ھ، "العقائد النسفیہ" میں رقم طراز ہیں: جس امر کا معصیّت و گناہ ہونا دلیلِ قطعی سے ثابت ہو خواہ گناہِ صغیرہ ہو یا کبیرہ، اُسے حلال سمجھنا کفرِ صریح ہے۔ (3)

اور شیخ اجل امام اکمل طاہر بن عبد الرّشید بخاری حنفی، متوفّٰی: 542ھ "خلاصۃ الفتاوی" میں اور علاّمہ نظام الدین حنفی، متوفی 1161ھ و جماعۃ من علماءِ الہند "فتاوی

(1)۔۔عَنْ صُهَيْبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا آمَنَ بِالقُرْآنِ مَنْ اسْتَحَلَّ مَحَارِمَهُ۔(سُنن الترمذی، أبواب فضائل القرآن، رقم الحدیث: 2918، 5/ 180)

(2)۔۔: ومن ذلك (أي: من المكفّرات) أن يستحلّ محرّماً بالإجماع كالخمر واللّواط. (الإعلام بقواطع الاسلام[الرسالة موجودة في " الجامع في ألفاظ الكفر]، صفحه: 208، مطبوعة: دار إيلاف الدّولية، الطبعة الأولى: 1420هـ-1999م)

(3)۔۔: استحلال المعصية صغيرة كانت أو كبيرة كفر اذا ثبت كونها معصية بدليل قطعي۔ (العقائد النسفية، ص:350)

ہندیہ " میں تحریر فرماتے ہیں : جو شخص حرام کو حلال یا حلال کو حرام اعتقاد کرے، وہ کافر ہے۔ [1]

اور حالتِ حیض میں ہم بستری کو حلال سمجھنے والے کے بارے میں حکمِ شرع بیان کرتے ہوئے سراجُ الفقہا علامہ تُمُر تاشی اور عُمدۃُ الفقہا علامہ علائی علیہما الرّحمہ رقم طراز ہیں: حائضہ سے ہم بستری کو حلال سمجھنے والا کافر ہے جیسا کہ فقہا کی ایک بڑی تعداد نے اس پر جزم فرمایا۔ [2]

اس کے تحت خاتم المُحققین علامہ سیّد ابنِ عابدین شامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

امام حسن بن عمار شُرنبلالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: نفاس والی عورت سے ہم بستری کرنے کا کفر کے لحاظ سے حکم میری نظر سے نہیں گزرا، رہا حرام ہونا تو اس کی تصریح موجود ہے۔ اور شارح نے "خزائن" کے حاشیہ پر یوں اعتراض وارد کیا کہ اس سے پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ تمام احکام میں نفاس والی عورت، حائضہ کی طرح ہے۔

اور " جوہرہ "، " السراج الوھاج "، " الضیاء المعنوی " وغیرہ میں ہے: تمام چیزوں میں نفاس کا حکم، حیض کے حکم کی طرح ہے، البتہ چند مسائل مستثنیٰ ہیں اس مسئلہ (حالتِ نفاس میں ہم بستری کو حلال سمجھنے والے) کے حکم کا فائدہ دینے میں

---

(1)۔۔:من اعتقد الحرام حلالاً، أو علي القلب يكفر .(خلاصة الفتاوى،كتاب ألفاظ الكفر، 4/ 382، مطبوعة: مكتبه رشيديه، كوئته)،(الفتاوى الهندية، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين، مطلب في موجبات الكفر، 2/ 272)

(2)۔۔:(و) وطؤها (يكفر مستحله) كما جزم به غير واحد(الدر المختار، كتاب الطهارة، باب الحيض، ١/ ٤٩٤)

صریح ہے یعنی وہ کافر ہو جائے گا؛ کیونکہ یہ ان مسائل میں سے نہیں ہے، جن کا استثنا کیا گیا ہے جیسا کہ تتبع و غور و فکر کرنے والے پر مخفی نہیں ہے، لہذا متنبہ ہو جا۔[1]

ہاں! اگر حالتِ مذکورہ میں حرام سمجھ کر ہم بستری کی تو سخت گنہگار اور عذابِ نار کا حقدار ہوا، اس پر توبہ فرض ہے۔

چنانچہ صدر الشریعہ علیہ الرّحمہ فرماتے ہیں: ایسی حالت میں جِماع جائز جاننا کفر ہے اور حرام سمجھ کر کر لیا تو سخت گنہگار ہوا اُس پر توبہ فرض ہے اور آمد کے زمانہ میں کیا تو ایک دینار اور قریب ختم کے کیا تو نصف دینار خیرات کرنا مُستحب۔[2]

گناہ کو حلال جاننے کا مطلب

امام المتکلّمین حکیم محمد نجم الغنی رام پوری علیہ الرحمہ، متوفی: 1351ھ اپنی کتاب: "تہذیب العقائد" میں رقم طراز ہیں: "استحلال" کے معنی یہ ہیں کہ دل میں ڈر اور خوف اُس گناہ کے عذاب کا رہے اور برائی اُس کی اعتقاد میں سے

---

(1)۔۔۔:قال في الشرنبلالية: ولم أر حكم وطء النفساء من حيث التكفير، أما الحرمة فمصرح بها. إهـ.واعترضه الشارح في هامش الخزائن بقوله وأقول: قد قدم قبل ذلك أن النفساء كالحائض في الأحكام وقال في الجوهرة والسراج الوهاج والضياء المعنوي وغيرها: وحكم النفاس حكم الحيض في كل شيء إلا فيما استثني. وهذا صريح في إفادة هذا الحكم لهذه المسألة؛ لأنها ليست مما استثني كما لا يخفى على المتتبع فتنبه.(ردالمحتار، كتاب الطهارة، باب الحيض، تحت قوله: وطؤها، ١/ ٤٩٤)

(2)۔۔۔:بہار شریعت، طہارت کا بیان، 1/ 382۔

ڈور ہو جائے، گو یہ جانتا ہو کہ اس گُناہ کو شرع میں حرام کیا ہے اور اس کے کرنے سے سخت منع فرمایا ہے اور زبان سے بھی اقرار کرے کہ یہ گُناہ، گُناہ ہے؛ اس لئے کہ معنی استحلال کے حلال جاننے کے نہیں اور جب خوف اس گُناہ کے عذاب کا دل سے جاتا رہا تو اعتقاد میں وہ گُناہ حلال ہوا اور معاملہ حلالوں کا اس گناہ کے ساتھ وقوع میں آیا۔ اور بعضے فقہا ظاہر میں سمجھتے ہیں کہ استحلال اسے کہتے ہیں کہ انکار اس کی حُرمت کا کرے، یعنی اس طرح کہے کہ حُرمت اس کی شرع میں وارد نہیں ہوئی ہے اور یہ بات آیات اور احادیث سے ثبوت کو نہیں پہنچتی۔ "استحلال" کی تحقیق میں اسی قدر کافی ہے اور انکار اس کی حرمت کے ورود کا شرع میں دل یا زبان سے ضروری نہیں۔ اکثر اوقات آدمی ایسا اعتقاد کرتا ہے کہ شرع میں اس کام کی حُرمت محض مصلحتِ عامہ کی غرض سے ہو گئی ہے، تاکہ رسم فاسد نہ پھیل جائے جو رفتہ رفتہ اور قباحتوں کی طرف پہنچ جائے اور عذاب دینے کی وعید ڈرانے اور خوف دلانے کے لیے کی ہے ورنہ فی الحقیقت اس کام میں کوئی برائی نہیں ہے، یہ اس قابل نہیں ہے کہ اس پر عذاب مُترتب ہو۔ اس فرق کو ضرور دل نشین رکھنا چاہیئے کہ اکثر آیتوں اور حدیثوں کے سمجھنے میں کام آتا ہے۔[1]

(1)۔۔: تہذیب العقائد، صفحہ: 442، تخریج و ترتیب: خرم محمود سر سالوی، ناشر: ورلڈ ویو پبلشرز، اردو بازار،

بیوی سے لواطت کا حکم

اسی طرح بیوی شوہر کو لواطت سے بھی منع کر سکتی ہے کہ یہ ناجائز و حرام ہے۔ اگر واقعی کوئی شوہر ایسی خبیث و شنیع حرکت میں مبتلا ہے تو وہ حرامکار، جفاکار رو بدکار، بڑا ظالم و ستم گار، اَشد گنہگار، حق اللہ اور حقِ زوجہ میں گرفتار ہے؛ لہٰذا اس پر فی الفور توبہ کرنا فرض ہے اور اپنی بیوی سے معافی مانگنا ضروری ہے۔

چناں چہ اللہ جلّ جلالُہٗ لواطت و بد فعلی کرنے والوں کی سزا بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ﴿ وَالَّذَانِ يَأْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ﴾ (1)

ترجمہ: اور تم میں جو مرد عورت ایسا کام کریں ان کو ایذا دو۔ (کنز الایمان)

درج بالا آیت کی تفسیر میں مفسّرِ قرآن، شیخ المعروف ملاجیون جونپوری حنفی، متوفی 1130ھ لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: "وَالَّذَانِ يَأْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ (مرد و عورت ایسا کام کریں)"، لواطت کرنے والوں کے بارے میں ہے۔ (2)

اب آیتِ مبارکہ کا مطلب یہ ہوا کہ لواطت کرنے والوں کو ایذا دو، مثلاً: بُرا بھلا کہہ کر، شرم و حیا دِلا کر زبانی و بدنی دونوں طرح ایذا دو۔

اور اس عمل پر بے شمار وعیدیں آئی ہیں:

لاہور، الطبعۃ الاولیٰ: ۱۴۴۱ھ-۲۰۲۰م۔

(1)۔۔: [سورۃ النساء: 4/ 16]

(2)۔۔: قوله تعالى وَالَّذَانِ يَأْتِيٰنِهَا مِنكُمْ في باب اللّواطين (التفسيرات الأحمدية في بيان الآيات الشرعية، تحت هذه الآية، صفحة: 242)

حضرت عبد اللہ بن محمد بن عقیل رضی اللہ عنہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے اپنی امت پر جس چیز کا سب سے زیادہ خوف ہے، وہ قومِ لوط کا عمل ہے۔[1]

اور حضرت سیّدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبیّ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ، مرد یا عورت کے پچھلے مقام میں آنے والے مرد پر نظرِ رحمت نہیں فرماتا۔[2]

لواطت کی سزا

عمل قوم لوط کے مرتکب کی سزائے شرعی کے بارے میں کشف الغُمّہ امام الأئمہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ اس میں زنا کی طرح حد نہیں بلکہ اسے تعزیراً سزا دی جائے کہ حاکم اسلام اپنی صوابدید کے مطابق جلا کر، دیوار گرا کر، اونچی جگہ سے گرا کر پتھر برسا کر مار ڈالنے یا قید کرنے کی سزا دے سکتا ہے۔

---

(1)۔۔۔عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: «إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَى أُمَّتِي عَمَلُ قَوْمِ لُوطٍ»(سُنن الترمذی، أبواب الحدود عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب ما جاء في حد اللوطي، رقم الحديث: 1457، 4/ 58)

(2)۔۔۔عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: لَا يَنْظُرُ اللهُ إِلَى رَجُلٍ أَتَى رَجُلًا أَوْ امْرَأَةً فِي الدُّبُرِ۔(أيضاً، أبواب الرضاع عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب ما جاء في كراهية إتيان النساء في أدبارهن، رقم الحديث: 1165، 3/ 451)

چنانچہ امام ابو الحسین احمد قدوری حنفی متوفی:428ھ فرماتے ہیں:جو بیوی کے موضع مکروہ میں وطی کرے یا قوم لوط کا عمل کرے تو امام اعظم کے نزدیک اس پر حد نہیں ہے بلکہ تعزیر ہے،اور صاحبین نے فرمایا کہ وہ زنا کی طرح ہے۔ (1)

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی، متوفی:1252ھ فرماتے ہیں:مُصنّف نے وطیٔ فی الدُّبر مطلقاً فرمایا ،لہٰذا یہ بچہ ،زوجہ ،باندی کے دبر کو شامل ہے، اس پر امام اعظم کے نزدیک مطلقاً حد نہیں ہے بلکہ تعزیر ہے اور صاحبین کے نزدیک حکم میں یہ زنا کی طرح ہے،لہٰذا اگر مُحصن نہیں ہے کوڑے مارے جائینگے اور اگر محصن ہے تو رجم کیا جائے گا۔ (2)

اس باب میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کا قول مفتی بہ ہے۔

چنانچہ فقیہِ اعظم علامہ قاسم بن قُطلوبُغا مصری حنفی، متوفی ۸۷۹ھ فرماتے ہیں: صحیح امام اعظم کا قول ہے اور یہی امام محبوبی و نسفی کا مَوقِف ہے۔ (3)

---

(1)۔۔:ومن أتی إمراۃ فی الموضع المکروہ أو عمل عمل قوم لوط فلاحد علیہ عند أبی حنیفۃ و یعزر ، وقال أبو یوسف ومحمد ھو کالزنا (مختصر القدوری ، کتاب الحدود ، ص:٤٧٠)

(2)۔۔:قولہ: و بوطیٔ دبر أطلقہ فشمل دبرالصبی والزوجۃ والامۃ ، فانہ لاحد علیہ مطلقا عندالامام ، منح ، و یعزر ، ھدایۃ ، قولہ : حد؛ فھو عندھما کالزنا فی الحکم فیجلد جلدا ان لم یکن احصن ، و رجما ان احصن ،نھر (ردالمحتار ، کتاب الحدود ، باب الوطیٔ الذی یوجب الحد والذی لایوجبہ ، مطلب فی وطیٔ الدبر ،٦/ ٣٨)

(3)۔۔:الصحیح قول أبی حنیفۃ وعلیہ مشی المحبوبی والنسفی وغیرھما(التصحیح والترجیح ،کتاب الحدود، ص:٤٠٠)

خیال رہے کہ اس میں حد نہ ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کا گناہ زنا سے کم یا ہلکا ہے بلکہ اسلئے کہ یہ زنا سے بھی بدتر و خبیث ہے کہ زنا کا گناہ حد سے پاک ہو جاتا ہے مگر لواطت کا گناہ حدّ سے بھی پاک نہیں ہو سکتا جب تک کہ صاحبِ معاملہ خالص توبہ نہ کرلے۔

چنانچہ علامہ زین ابن نُجیم مصری حنفی متوفی:970ھ فرماتے ہیں: لواطت عقلاً شرعاً طبعاً ہر طرح حرام ہے بر خلاف زنا کے کہ وہ طبعاً حرام نہیں ہے، لہذا لواطت کی حُرمت زنا کی حُرمت سے شدید تر ہے، امام اعظم کے نزدیک اس پر حد اسلئے واجب نہیں ہے کہ اس پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے نہ کہ اس کی حُرمت کم درجے کی ہے؛ اور اس لیے بھی حدّ واجب نہیں ہے کہ تعزیر فاعل پر سخت تر ہے، کیونکہ بعض علما کے نزدیک حد پاک کرنے والی ہے۔ (1)

خیال رہے کہ حدود و تعزیر کی جملہ صورتوں کے نفاذ کا اختیار حاکم اسلام کو ہے، عوام الناس اپنے طور پر یہ سزائیں کسی کو دینے کے مجاز نہیں، جہاں اسلامی حکومت اور حاکم اسلام نہ ہو وہاں بس یہی کیا جاسکتا ہے کہ اس کا مکمل سماجی بائیکاٹ کر دیا جائے حتی کہ اعلانیہ توبہ کرلے۔

---

(1)۔۔:ان اللواطة محرمة عقلاً وشرعاً وطبعاً بخلاف الزنا فإنه ليس بحرام طبعاً فكانت أشدّ حرمةً منه وإنّما لم يوجب الحد أبوحنيفة فيها لعدم الدليل عليه لا لخفتها وإنما عدم الوجوب فيها للتغليظ على الفاعل لان الحد مطهر على قول بعض العلماء(البحر الرائق ، كتاب الحدود ، باب الوطئ الذى يوجب الحد والذى لايوجبه ، تحت قوله : وفى أجنبية فى غير قبل ولواطة ، ٥ / ١٨)

امام اہلسنت امام احمد رضا قادری حنفی متوفی: 1340ھ فرماتے ہیں: اسلامی سلطنت ہوتی تو سزا پاتا، اب اسی قدر ہو سکتا ہے کہ اسے برادری سے خارج کیا جائے، مسلمان اس سے میل جول چھوڑ دیں جب تک اعلانیہ توبہ نہ کرے۔ [1]

لواطت کو حلال سمجھنے والے کے بارے میں حکمِ شرع

یہ بات یاد رہے کہ اجنبی مرد و عورت سے لواطت کو حلال اعتقاد کرنے والا کافر ہے کہ جس چیز کے حرام ہونے پر اجماع ہے، اُسے حلال جاننا کفر ہے۔

چنانچہ امام ابنِ حجر ہیتمی شافعی، متوفّٰی:973ھ لکھتے ہیں: کافر بنانے والی چیزوں میں سے ایک یہ بھی ہے: جس چیز کی حُرمت پر اجماع ہے، مثلاً: شراب، لواطت، اس کو حلال سمجھنا۔ [2]

اور شیخ اجل امام اکمل طاہر بن عبد الرّشید بخاری حنفی، متوفّٰی:542ھ " خلاصۃ الفتاوی" میں اور علّامہ نظام الدین حنفی، متوفی 1161ھ و جماعۃ من علماء الہند " فتاوی ہندیہ" میں تحریر فرماتے ہیں: جو شخص حرام کو حلال یا حلال کو حرام اعتقاد کرے، وہ کافر ہے۔ [3]

(1)۔۔۔:(فتاوی رضویہ، کتاب الحدود والتعزیر، ۱۳/ ۶۲۱، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

(2)۔۔۔:ومن ذلك (أي: من المكفّرات) أن يستحلّ محرماً بالإجماع كالخمر واللّواط.(الإعلام بقواطع الاسلام[الرسالة موجودة فى " الجامع فى ألفاظ الكفر]، صفحه: 208، مطبوعة: دار إيلاف الدّولية، الطبعة الأولى: 1420ھ-1999م)

(3)۔۔۔:من اعتقد الحرام حلالاً، أو على القلب يكفر.(خلاصة الفتاوى،كتاب ألفاظ الكفر، 4/ 382، مطبوعة: مكتبه رشيديه، كوئته)،(الفتاوى الهندية، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين، مطلب في موجبات الكفر، 2/ 272)

اپنی بیوی سے لواطت کو حلال سمجھنا کفر نہیں

اپنی بیوی سے لواطت کو حلال سمجھنے والا کافر نہیں ہوتا۔

چنانچہ علامہ شامی علیہ الرّحمہ لکھتے ہیں: (شارح کا فرمان: لواطت کو حلال جاننے والا کافر ہو جائے گا۔)شارح علامہ علائی نے "باب الحیض" میں حائض سے ہمبستری اور لواطت کے حلال جاننے والے کے بارے میں اختلاف بیان کیا، پھر "تاتارخانیہ" بحوالہ "سراجیہ" کے بیان کردہ قول کی موافقت کرتے ہوئے غلام ،لونڈی یا بیوی سے لواطت ضرور حرام ہے،البتہ ان سب سے لواطت کو حلال سمجھنے والا کافر نہیں ہوتا۔ [1]

میاں بیوی کا ایک دوسرے کی شرمگاہ منہ میں ڈالنا

اگر شرمگاہ پر نجاست یعنی مذی وغیرہ لگی ہوئی تھی تو ان کا یہ عمل کرنا حرام ہے،اس کا مرتکب گنہگار ہے اوراگر شرمگاہ پر نجاست نہ ہوتو یہ فعل مکروہِ تنزیہی و ناپسندیدہ ہے کہ یہ چیز آدابِ رفیعہ و اخلاقِ نبیلہ کے خلاف ہے جبکہ جماع آدابِ اسلام اور مکارم اخلاق کی حدود میں رہتے ہوئے ہونا چاہیے اور یہ عمل اس لیے بھی ناپسندیدہ ہے کہ منہ سے تلاوتِ قرآن کی جاتی ہے، اس میں شرمگاہ کو داخل کرنا مناسب نہیں ہے،لہذا اس قبیح عمل سے ضرور بچنا جائے۔

---

(1)...(قوله يكفر مستحلها) قدم الشارح في باب الحيض الخلاف في كفر مستحل وطء الحائض ووطء الدبر، ثم وفق بما في التتارخانية عن السراجية: اللواطة بمملوكه أو مملوكته أو امرأته حرام، إلا أنه لو استحله لا يكفر.(رد المحتار، كتاب الحدود، فرع الاستمناء، مطلب: في حكم اللواطة، 4/ 29)

چنانچہ امام برہان الدّین حنفی، متوفی:616ھ لکھتے ہیں:

جب مرد اپنے آلہ تناسل کو بیوی کے منہ میں داخل کرے تو ایک قول کے مطابق یہ مکروہِ (تنزیہی) ہے؛ کیونکہ منہ قرآن پڑھنے کی جگہ ہے، لہٰذا آلہ تناسل منہ میں داخل کرنا مناسب نہیں ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ عمل مکروہ نہیں ہے۔ اسی طرح "فتاوی عالم گیری" میں "فتاوی نوازل" اور "ذخیرہ" کے حوالے سے لکھا گیا ہے۔[1]

اقول وباللہ التوفیق:

عباراتِ فقہا کا حاصل یہ ہے کہ اس بارے میں دو اقوال ہیں، ایک کراہت اور دوسرا عدمِ کراہت۔ ان میں یوں تطبیق ہو سکتی ہے کہ جس نے مکروہ کہا، اس کی مراد کراہتِ تنزیہی ہے اور جس نے غیر مکروہ کہا، اس نے کراہتِ تحریمی کی نفی کی ہے۔

اور تطبیق کی صورت یوں بھی ہو سکتی ہے کہ جس نے مکروہ کہا اس کی مراد کراہتِ تحریمی ہے اور اسے اس صورت پر محمول کیا جائے گا جب عضوِ تناسل پر نجاست لگی ہو اور جس نے عدمِ کراہت کا قول کیا، اس کی مراد کراہتِ تحریمی کی نفی ہے اور اسے اس صورت پر محمول کیا جائے گا جب عضو پر نجاست نہ لگی ہو۔ وللہ الحمد

(1)۔۔۔:إذا أدخل الرجل ذكره فم أمرأته فقد قيل: يكره؛ لأنه موضع قراءة القرآن، فلا يليق به إدخال الذكر فيه وقد قيل بخلافه.(المحيط البرهاني في الفقه النعماني، كتاب الاستحسان والكراهية، الفصل الثاني والثلاثون في المتفرقات، 5/ 408) و في النوازل: إذا أدخل الرجل ذكره في فم امرأته قد قيل يكره وقد قيل بخلافه كذا في الذخيرة.(الفتاوى الهندية، كتاب الكراهية، الباب الثلاثون في المتفرقات،5/543)

اَقول وباللہ التوفیق:

جن فقہانے اس عمل کو مکروہ کہا، انہوں نے جو علّت اور وجہ بیان کی، اس سے بھی یہی واضح ہے کہ "مکروہ" سے ان کی مراد مکروہِ تنزیہی ہے اور وہ وجہ یہ ہے: لأنه مَوضعُ قراءةِ القرآنِ، فلا يليقُ به إدخالُ الذَّكرِ فيه(کیونکہ منہ قرآن پڑھنے کی جگہ ہے، لہذا آلہ تناسل منہ میں داخل کرنا مناسب نہیں ہے) اگر ان کے نزدیک یہ عمل مکروہِ تحریمی ہوتا تو لا یَلِیقُ (یہ عمل مناسب نہیں ہے) کی جگہ لا یجُوزُ (یہ عمل جائز نہیں ہے) فرماتے۔ وللہ الحمد واللہ تعالی اَعلم بالصواب

اور اس باب میں اصلِ کُلّی یہ ہے کہ میاں بیوی ایک دوسرے کے پورے جسم سے نفع حاصل کر سکتے ہیں سوائے ان صورتوں کے جن کے ناجائز ہونے کے بارے میں نصّ وارد ہوئی اور وہ دو صورتیں ہیں:

(1) مرد کا عورت کی دُبُر میں وطی کرنا حرام ہے۔

(2) حالتِ حیض ونفاس میں ناف اور گھٹنے کے درمیانی حصّے سے استمتاع حرام ہے۔ دونوں صورتوں کے تفصیلی احکام بیان ہو چکے ہیں۔

چنانچہ امام علاء الدین ابو الحسن حنبلی متوفی:885ھ لکھتے ہیں: حنبلی مذہب کے مُستند فقیہ قاضی ابو یعلی بن فراء متوفی:458ھ اپنی کتاب: "الجامع" میں فرماتے

ہیں کہ جماع سے پہلے اپنی بیوی کی شرمگاہ کا بوسہ لینا جائز ہے، البتہ بعدِ جماع یہ مکروہ ہے۔[1]

اور امام موسیٰ بن احمد مقدسی شرف الدین ابو النجا حنبلی، متوفی: 968ھ، فقہ حنبلی کے معتبر متن: ""الإقناع"" میں تحریر فرماتے ہیں: میاں بیوی دونوں کے لیے ایک دوسرے کے پورے جسم کو دیکھنا اور چھونا بغیر کسی کراہت کے جائز ہے، چنانچہ قاضی ابو یعلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جماع سے پہلے اپنی بیوی کی شرمگاہ کا بوسہ لینا جائز ہے، البتہ بعدِ جماع یہ مکروہِ تحریمی ہے۔[2]

پھر امام منصور بن یونس بن صلاح الدین حنبلی متوفی: 1051ھ، ''الإقناع'' کی شرح: ''کشاف القناع'' میں بعدِ جماع اس عمل کے مکروہِ تحریمی ہونے کی وجہ بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ اس وقت عورت کی شرمگاہ کا بوسہ لینا ناممکن ہے (کیونکہ اس پر نجاست لگی ہو گی۔)[3]

اقول وباللہ التوفیق:

---

(1)۔۔:قال القاضي في الجامع: يجوز تقبيل فرج المرأة قبل الجماع، ويكره بعده. وذكره عن عطاء.(الإنصاف في معرفة الراجح من الخلاف،كتاب النكاح، 8/ 33)

(2)۔۔:ولكل واحد من الزوجين نظر جميع بدن الآخر ولمسه بلا كراهة حتى الفرج قال القاضي: يجوز تقبيل فرج المرأة قبل الجماع ويكره بعده - (الإقناع في فقه الإمام أحمد بن حنبل، كتاب النكاح، 3/ 160)

(3)۔۔:وقال في شرحه الكشاف معللاً: لتعذره إذن (كشاف القناع عن متن الإقناع، كتاب النكاح، 5/189)

فقہ حنبلی میں جو قبل از جماع اس عمل کے جواز کا قول کیا جارہا ہے، وہ اس صورت میں ہے جب جماع سے پہلے شرمگاہ پر نجاست نہ لگی ہو؛ کیونکہ اگر جماع سے پہلے اس پر نجاست لگی ہو گی تو حنابلہ کے ہاں بھی یہ عمل ناجائز ہو گا۔

اور شافعی مذہب کے متن :" قرة العين بمهمات الدين'' کی شرح: ''فتح المعین'' میں امام زین الدین احمد بن عبد العزیز ملیباری ھندی شافعی، متوفی:987ھ رقم طراز ہیں:

میاں بیوی ایک دوسرے کے پورے جسم سے نفع حاصل کر سکتے ہیں اگرچہ شرمگاہ کو چوس کر ہو، البتہ مرد عورت کی دبر میں وطی نہیں کر سکتا۔[1]

اور "فتح المعین" کے حاشیہ:"إعانة الطالبین' میں امام ابو بکر بن محمد شطا دمیاطی شافعی، متوفی:1302ھ تحریر فرماتے ہیں:

اگر میاں بیوی ایک دوسرے کی شرمگاہ چوس کر نفع حاصل کریں تو یہ جائز ہے۔[2]

تنبیہ:

مذکورہ تفصیل اسی وقت ہے جب میاں بیوی دونوں کو جماع سے پہلے یقین ہو کہ انہیں مذی نہیں آتی ورنہ مطلقاً یہ فعل ممنوع ہو گا کہ عام طور پر اس حالت میں

(1)۔۔:یجوز للزوج کل تمتع منها بما سوی حلقة دبرها ولو بمص بظرها(فتح المعین،آداب النکاح،1/ 482)

(2)۔۔:ولو کان التمتع بمص بظرها فإنه جائز.(إعانة الطالبين، باب النكاح، 3/ 368)

دونوں کو مذی آجاتی ہے اور پھر نجاست سے بچنا ناممکن ہو گا کہ دونوں کو شعور بھی نہ ہو گا اور نجاست پاکیزہ منہ میں چلی جائے گی اور نجاست سے بچنا ضروری ہے۔

ہم بستری کے وقت ایک دوسرے کی شرمگاہ دیکھنے کا حکم

البتہ ہم بستری کے وقت آدابِ اسلام و اخلاقِ رفیعہ کو ملحوظِ خاطر رکھا جائے بلکہ اسلامی تعلیمات یہ ہیں کہ بوقتِ جماع اسلامی ادب یہ ہے کہ ایک دوسرے کی شرمگاہ چوسنا درکنار اس کو دیکھا بھی نہ جائے بلکہ گدھوں کی طرح برہنہ بھی نہ ہوں اگرچہ دیکھنے والا اور برہنہ ہونے والا گنہگار نہیں ہوتا۔

چنانچہ اُمّ المومنین حضرت سیّدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں: میں نے کبھی بھی نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شرمگاہ نہ دیکھی۔ [1]

اور افقہِ امت امام اہلِ سنّت علیہ رحمۃُ ربِّ العزّت فرماتے ہیں: زَوجین کا وقتِ جماع ایک دُوسرے کی شرمگاہ کو مس کرنا بلاشبہ جائز بلکہ بہ نیتِ حسنہ مستحق وموجب اجر ہے کما روی عن نفس سیّدنا الإمام الأعظم رضی تعالیٰ عنہ[2] (جیسا کہ خود ہمارے سردار امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا

---

(1)۔۔۔:عن عائشة، قالت: «ما نظرت، أو ما رأيت فرج رسول الله صلى الله عليه وسلم قط»(سنن ابن ماجه،كتاب النكاح،باب التستر عند الجماع) 1/ 513، رقم: 1922)

(2)۔۔۔:وعن أبي يوسف سألت أبا حنيفة عن الرجل يمس فرج امرأته، وهي تمس فرجه ليتحرك عليها هل ترى بذلك بأسا قال: لا وأرجو أن يعظم الأجر.(تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، كتاب الكراهية، فصل في النظر والمس، 6/ 19)

گیا ہے۔) مگر اُس وقت رؤیتِ فرج سے حدیث میں ممانعت فرمائی اور فرمایا: فانہ یورث العمی وہ نابینائی کا سبب ہوتا ہے۔ علما نے فرمایا کہ محتمل ہے کہ اس کے اندھے ہونے کا سبب ہو یا وہ اولاد اندھی ہو جو اس جماع سے پیدا ہو یا معاذاللہ دل کا اندھا ہونا کہ سب سے بدتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم [1]

ہم بستری کا مسنون طریقہ

امام اہلِ سنّت علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: جو وقت تمام شرعی ممانعتوں سے خالی ہو اس میں تین نیتوں سے (ہم بستری کی جائے۔)

(1) طلبِ ولدِ صالح کہ توحید ورسالت کی شہادت دے، تکثیرِ امت مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرے۔

(2) عورت کا ادائے حق اور اسے پریشان خاطری وپریشان نظری سے بچانا۔

(3) یادِ الٰہی واعمالِ صالحہ کے لئے اپنے قلب کا اس تشویش سے فارغ کرنا یوں کہ نہ اپنی برہنگی ہو نہ عورت کی کہ حدیث میں فرمایا: وَ لَا یَتَجَرَّدَانِ تَجَرُّدَ الْعِیرِ [2]

دونوں (میاں بیوی ہم بستری کے وقت) گدھوں کی طرح ننگے نہ ہوں۔

---

(1)۔۔: (فتاوی رضویہ، کتاب النکاح، 12/171)

(2)۔۔: کنز العمال بحوالہ ابن سعد عن ابی قلابہ حدیث ۴۴۸۹۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۳۴۸۔

اور اس وقت نہ رُو بقبلہ ہو نہ پُشت بقبلہ، عورت چت ہو اور یہ اُکڑوں بیٹھے اور بوس وکنار ومساس وملاعبت (مذاق وچھیڑ چھاڑ) سے شروع کرے جب اسے بھی متوجہ پائے۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ اللّٰهُمَّ! جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا [1]

(اللہ تعالیٰ کے نام سے ابتدا جو بے حد رحم کرنے والا مہربان ہے۔ اے اللہ! ہمیں شیطان کے وار سے بچا اور جو کچھ تو نے ہمیں عطا فرمایا، اس میں شیطان کو ہم سے دُور رکھ۔)

کہہ کر آغاز کرے اور اس وقت کلام اور فرج پر نظر نہ کرے۔ بعد فراغ فوراً جدا نہ ہو یہاں تک کہ عورت کی بھی حاجت پوری ہو، حدیث میں اس کا بھی حکم ہے۔ [2]

اللہ عزّوجلّ کی بے شمار درودیں ان پر جنھوں نے ہم کو ہر باب میں تعلیم دی اور ہماری کسی حاجت دینی ودنیوی کو مہمل نہ چھوڑا، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وبارک علیہ والہ وصحبہ اجمعین۔ [3]

واجب نمبر: 5
بیوی کا بے اذنِ شوہر نفلی عبادت نہ کرنا

---

(1)۔۔: یہ دعا ستر کھولنے کے بعد نہیں بلکہ پہلے پڑھی جائے۔

(2)۔۔: کنز العمال بحوالہ حم، ق عن ابن عباس حدیث ۴۴۸۴۷ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۳۴۵)

(3)۔۔: (فتاوی رضویہ، کتاب الحظر والاباحۃ، 386/23)

خاوند کے حقوقِ واجبہ میں سے یہ بھی ہے کہ بیوی خاوند کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہ رکھے اور نفلی نماز بھی نہ پڑھے۔

چنانچہ "بخاری شریف" میں حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے رسولِ اکرم نورِ مجسّم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے روایت کی کہ عورت خاوند کی موجودگی میں اُس کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ نہ رکھے۔[1]

اور "بخاری شریف" میں حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے ہی روایت ہے کہ حضور نبیِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: کسی عورت کو جائز نہیں ہے کہ وہ خاوند کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھے اور اس کی اجازت کے بغیر کسی کو گھر میں نہ آنے دے۔[2]

شرحِ حدیث:

یہاں حدیث میں روزے سے مراد نفلی روزہ ہے؛ کیونکہ رمضان کا قضا روزہ رکھ سکتی ہے۔

اور شوہر کی موجودگی سے مراد یہ ہے کہ وہ بیوی کے ساتھ شہر میں موجود

---

(1)۔۔۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لاَ تَصُومُ المَرْأَةُ وَبَعْلُهَا شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ(صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب صوم المرأة بإذن زوجها تطوعا، الحديث: 5192، 30/7)

(2)۔۔۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لاَ يَحِلُّ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَصُومَ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ، وَلاَ تَأْذَنَ فِي بَيْتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ(صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب لا تأذن المرأة في بيت زوجها لأحد إلا بإذنه، الحديث: 5195، 30/7)

ہو۔

اور اجازت سے صراحتاً اور دلالۃً دونوں طرح اجازت مراد ہے، لہٰذا اگر شوہر نے صراحتاً (واضح الفاظ میں) تو روزہ رکھنے سے منع نہیں کیا لیکن دلالۃً واشارۃً اس کی طرف سے اجازت نہیں ہے یعنی وہ عورت کے نفلی روزہ رکھنے سے خوش نہیں ہے تب بھی عورت کو نفلی روزہ رکھنے کی اجازت نہیں ہے؛ کیونکہ اس کا روزہ رکھنا اس سے استمتاع وجماع میں رکاوٹ بن سکتا ہے۔

چنانچہ بیان کردہ حدیث پاک کی شرح میں امام المُحدّثین والفقہا علامہ مُلّا علی قاری حنفی، متوفی:1014ھ رقم طراز ہیں: جب شوہر عورت کے ساتھ شہر میں موجود ہو تو وہ اس کی صراحتاً یا اشارۃً اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہیں رکھ سکتی کہ شوہر کے لیے اس سے ہمبستری میں رکاوٹ نہ آجائے۔[1]

اور اگر اس کی اجازت کے بغیر روزہ رکھے گی تو سوائے بھوک اور پیاس کے کچھ حاصل نہ ہو گا اور نہ اللہ تعالیٰ اس کا یہ روزہ قبول فرمائے گا۔

چناں چہ "الترغیب والترھیب" میں ہے: حضرت سیّدنا ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت رسولِ اکرم شفیعِ اعظم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کی: یارسول اللہ ﷺ مجھے بتایئے کہ بیوی

---

(1)۔۔۔أي: نفلا لئلا يفوت على الزوج الاستمتاع بها " وزوجها شاهد " أي: حاضر معها في بلدها " إلا بإذنه " تصريحا أو تلويحا۔(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الصوم، باب القضاء، 4/ 1407)

پر خاوند کے کیا حقوق ہیں؟ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بیوی پر شوہر کا ایک حق یہ ہے کہ وہ خاوند کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہ رکھے اور اگر اس کی اجازت کے بغیر روزہ رکھ لیا تو اُسے سوائے بھوک اور پیاس کے کچھ حاصل نہ ہوا اور نہ اللہ تعالی اس کا یہ روزہ قبول فرمائے گا۔[1]

عباراتِ فقہائے اُمّت میں اس حق کی اہمیت

عمدۃ الفقہا سید ابنِ عابدین شامی علیہ الرحمہ "فتاوی ظہیریہ" کے حوالے سے لکھتے ہیں: شوہر کی اجازت کے بغیر عورت کو نفلی نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا ناجائز ہے۔

پھر علامہ شامی فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں: نفلی نماز کے علاوہ دیگر نمازیں بالخصوص سُنَنِ مؤکدہ ادا کرنے سے شوہر بیوی کو منع نہیں کر سکتا۔[2]

واجب نمبر: 6

بیوی کا بے اذنِ شوہر گھر سے باہر نہ نکلنا

خاوند کے حقوقِ واجبہ میں سے یہ بھی ہے کہ بیوی اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلے۔

اس حق کا تفصیلی حکمِ شرع یہ ہے کہ شوہر کی اجازت کے بغیر محارم کے سوا

---

(1)۔۔: رُوِيَ عَن ابْن عَبَّاس رَضِي الله عَنْهُمَا أَن امْرَأَة من خثعم أَتَت رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فَقَالَت يَا رَسُول الله أَخْبرنِي مَا حق الزَّوْج على الزَّوْجَة قَالَ فَإِن حق الزوج على زوجته --- أَن لَا تَصُوم تَطَوّعا إِلَّا بِإِذْنِهِ فَإِن فعلت جاعت وعطشت وَلَا يقبل مِنْهَا۔ ملخصاً(الترغيب والترهيب من الحديث الشريف، كتاب النكاح وما يتعلق به، الحديث: 2982، 38/3)

(2)۔۔: ولا تتطوع للصلاة والصوم بغير إذن الزوج وقلت: أما غيره ولا سيما السنن الرواتب فلا وجه لمنعها منها(الدر المختار، كتاب الطلاق، باب النفقة ، 5/ 328)

کہیں نہیں جا سکتی اور اور عورت اپنے والدین کے یہاں بھی شوہر کی اجازت سے یا بلا اجازت ہر ہفتہ میں ایک بار (ہر آٹھویں دن وہ بھی صبح سے شام تک کے لئے جا سکتی ہے) اور دیگر محارم، مثلاً: "بہن، بھائی، چچا، ماموں، خالہ، پھوپھی" کے یہاں سال میں ایک بار جا سکتی ہے، مگر رات میں بغیر اجازت شوہر وہاں نہیں رہ سکتی اور اگر رات میں بغیر اجازتِ شوہر وہاں رہے گی تو گنہگار ہو گی۔

چناں چہ حضرت سیّدنا ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب عورت اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر اپنے گھر سے باہر نکلتی ہے اور خاوند اس کے باہر جانے کو پسند نہیں کرتا تو آسمان کا ہر فرشتہ اور ہر وہ چیز جو اس کے پاس سے گزری، اس عورت پر اُس کے واپس آنے تک لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔[1]

عباراتِ فقہائے اُمّت میں اس حق کی اہمیت

چنانچہ علامہ محمد علاء الدین بن علی حصکفی حنفی، متوفی:1088ھ تحریر فرماتے ہیں: عورت اپنے والدین کے یہاں ہر ہفتہ میں ایک بار اور دیگر محارم کے یہاں سال میں ایک بار جا سکتی ہے۔[2]

---

(1)۔۔۔عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ الْمَرْأَةَ إِذَا خَرَجَتْ مِنْ بَيْتِهَا وَزَوْجُهَا كَارِهٌ لِذَلِكَ، لَعَنَهَا كُلُّ مَلَكٍ فِي السَّمَاءِ، وَكُلُّ شَيْءٍ تَمُرُّ عَلَيْهِ، غَيْرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ، حَتَّى تَرْجِعَ. (المعجم الأوسط، باب الألف: من اسمه أحمد، 164/1، الحديث:513)

(2)۔۔۔(ولا يمنعها من الخروج إلى الوالدين) في كل جمعة ...وفي غيرهما من المحارم في كل سنة۔ (الدر المختار، كتاب الطلاق، باب النفقة، 5/ 328)

اور اس کے تحت علامہ شامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: مُفتیٰ بِہ قول کے مطابق عورت اپنے والدین کے یہاں ہر ہفتہ میں ایک بار اور دیگر محارم کے یہاں سال میں ایک بار اجازت وبلا اجازتِ شوہر جاسکتی ہے

اور والدین یا محارم کی زیارت کے لیے عُرف وعادت کے مطابق دن ہی دن میں جاسکتی ہے (رات میں بغیر اجازت شوہر وہاں نہیں رہ سکتی)۔ (1)

بلکہ شوہر اپنی بیوی کو محارم کے علاوہ دیگر رشتہ داروں کے یہاں جانے بلکہ ان کی عیادت کے لیے جانے سے منع کرسکتا ہے نیز ولیمہ میں شرکت کرنے سے بھی روک کرسکتا ہے۔ اگر شوہر کی اجازت کے بغیر جائے گی تو گنہگار ہوگی۔

اور اگر ولیمہ وغیرہ میں اجازت کے ساتھ جاتی ہے اور وہاں فتنہ وفساد، ناچ گانا اور دیگر ممنوعاتِ شرعیہ کا ارتکاب ہوتا ہو تو دونوں گنہگار ہوں گے اور اس صورت میں محارم کے یہاں ولیمے وغیرہ میں جائے تب بھی دونوں گنہگار ہوں۔

چنانچہ علامہ علائی علیہ الرّحمہ لکھتے ہیں: شوہر اپنی بیوی کو محارم کے علاوہ دیگر رشتہ داروں کے یہاں جانے بلکہ ان کی عیادت کے لیے جانے سے منع کرسکتا ہے نیز ولیمہ میں شرکت کرنے سے بھی روک سکتا ہے اور اگر شوہر اجازت دیتا ہے تو دونوں گنہگار ہوں گے۔ (2)

---

(1)۔۔:الصحيح المفتى به من أنها تخرج للوالدين في كل جمعة بإذنه وبدونه، وللمحارم في كل سنة مرة بإذنه وبدونه...أن يأذن لها في زيارتها في الحين بعد الحين على قدر متعارف.(ردّ،كتاب الطلاق،باب النفقة ، 5/ 328)

(2)۔۔:ويمنعها من زيارة الأجانب وعيادتهم والوليمة، وإن أذن كانا عاصيين

(الدر المختار،كتاب الطلاق،باب النفقة ، 5/ 328)

اور اس کے تحت علامہ شامی فرماتے ہیں: ماتن کا قول؛"ولیمہ"، اس کا ظاہر یہ ہے کہ اگرچہ محارم کے ولیمہ[1] میں جائے تب بھی یہی حکم ہے کہ اس میں لوگ ایک ساتھ جمع ہوتے ہیں اور عام طور پر فتنہ و فساد سے خالی نہیں ہوتا۔[2]

قریبی رشتہ دار ہوں یا دور کے، اہلِ محلہ ہوں یا دوست احباب ان کے یہاں خوشی و غمی کی تمام تقریبات میں جانے کی شرعاً اجازت ہونے یا نہ ہونے کے حوالے سے ایک جامع ترین تفصیلی فتوی ملاحظہ ہو، جسے تاج المحدّثین سراج الفقہا حضرت علامہ مولانا مفتی ارشاد حسین رام پوری حنفی، متوفی: 1311ھ نے تحریر فرمایا، امامِ اہلِ سُنّت علیہ الرّحمہ کے فتاوی پر آپ علیہ الرّحمہ کی تصدیقات ہیں اور امامِ اہلِ سنّت، آپ علیہ الرّحمہ کے علم و فضل کے بڑے مدّاح تھے اور اپنی تحریرات میں کئی مقامات پر آپ کا تذکرہ نہایت ادب و احترام سے کیا ہے۔

چنانچہ آپ علیہ الرحمہ سے سوال ہوا: اگر اربابِ قرابتِ نسبیہ و صہریہ یا دوسرے اشخاص برادری یا اہلِ محلہ یا احباب کے یہاں شادی یا غمی بانضمام منکرات و رسوم ممنوعہ ہو تو شخصِ مسلم واقفِ احکامِ شرعیہ و دینداران کو وہاں جانا اور شریک ہونا یا

---

(1)۔۔۔ولیمہ کی تعریف اور اس کا حکم: افقہِ اُمّت امامِ اہلِ سنّت علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: ولیمہ بعدِ نکاح سنت ہے اس صورت میں صیغہ امر بھی وارد ہے، عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: "أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ (ولیمہ کر اگرچہ ایک ہی دنبہ یا اگرچہ ایک دنبہ، دونوں معنی محتمل ہیں)، اور اول اظہر تارکان سنت ہیں۔ مگر یہ سنن مستحبہ سے ہے۔ تارک گناہ گار نہ ہو گا اگر اسے حق جانے۔(فتاوی رضویہ، کتاب النکاح، 11/278)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: شبِ زفاف کی صبح کو احباب کی دعوت ولیمہ ہے، رخصت سے پہلے جو دعوت کی جائے ولیمہ نہیں، یونہی بعد رخصت قبل زفاف۔(ایضاً، 11/256)

(2)۔۔۔(قولہ والولیمۃ) ظاھرہ ولو کانت عند المحارم؛ لأنھا تشتمل علی جمع فلا تخلو من الفساد عادۃ.(ردّ المحتار ،کتاب الطلاق،باب النفقۃ ، 5/ 328)

اپنی زوجہ یادوسرے متعلقین کو بہ قبضۂ قدرت و اختیار اس کے ہاں جانے دینا شرعاً جائز ہے یا ممنوع و گناہ، اور بر تقدیرِ ثانی گناہِ صغیرہ ہے یا کبیرہ ہے اور آیا تقریباتِ مذکورہ میں مطلقاً جانا منع ہے اور جانے دینا اپنی زوجہ و دیگر زنانِ متعلقات کو باعثِ معصیت ہے یا بصورت شرکت کے امر ممنوع اور مجلس لہو سرود میں معصیت ہوگی؟ اور اگر ایک ہی صحن ہے کہ وہاں سرود و لہو امر ممنوع بھی ہیں اور اصل جس کے یہاں تقریب ہے وہ بھی ہے پس وہ شخص مذکور خود وہاں بہ نظر رفع شکایت و ادائے رسم برادری جائے اور قدرے بیٹھ کے چلا آئے یا اپنی زوجہ ووالدہ وغیرہ کو اسی طور سے بہ تاکید عدم شرکت و ارتکاب امر ممنوع دو ایک یا دو ایک روز کے لئے جانے دے تو اس تقدیر پر بھی نظر بہ نفس حضوری ایسے مقام یا ایسی تقریب میں موردِ الزام شرعی اور خطاکار ہوگا یا نہیں؟ اور نہیں جانے میں اپنے یا نہ جانے دینے دیگر متعلقین میں بوجہ جہالت قرابت مند کے اندیشہ قطع رحم اور ترک برادری و رنجش باخود ہا کو ہو تو یہ عذر شرعاً ہوگا۔ کافی واسطہ جواز شرکت کے ہو سکتا ہے یا نہیں؟

جواب جملہ شکوک کا تفصیلاً بہ عبارات اردو عام فہم بسندِ کتاب و حدیث و فقہ و اصول درکار ہے۔ **بینوا توجروا فقط.**

الجوب واللہ سبحانہ الموفق للصواب:

جو تقریب شادی یا غم بانضمام منکرات ورسوم ممنوعہ خواہ اہل قرابت نسبیہ وصہریہ میں ہو یا اغیار میں، قبل جانے کے علم ارتکاب منکرات کے آجائے تو اس تقریب میں نہ خود جانا چاہیے نہ اپنے متعلقین کو کہ جو اسکے اختیار میں ہیں چھوڑنا چاہیئے اور اگر باوصف معلوم ہونے ارتکاب منکرات کے خود اس تقریب میں جائے گا یا اپنے متعلقین کو جانے دے گا تو یہ شخص گناہ گار ہوگا اور ظاہر یہ ہے کہ گناہِ صغیرہ ہو اور عجب

نہیں کہ بعض صورتوں میں مُفْضِی اِلی الکبیرہ ہو جائے اور اگر قبل جانے کے علم ارتکاب کبیرہ کا نہیں آیا تھا اور یہ شخص اس میں جا پھنسا تو پھر اگر شخص مقتدیٰ بہ ہے اس کو بر تقدیرِ عدمِ قدرت علی منع کے وہاں سے چلا آنا چاہیے، اور مقتدیٰ بہ نہیں ہے اور وہ فعلِ منکر مجلسِ جلوس میں ہے جب بھی چلا آئے اور اگر محلِ جلوس میں نہیں ہے علیحدہ ہے تو بقدرِ کھانا کھانے کے اس میں شریک ہو، اور زیادہ نہ ٹھہرے، اور اس حکم میں مسلمان خود اور اس کے متعلقین جو اس کے اختیار میں ہیں سب برابر ہیں اور بہ رعایتِ صلہ رحمی کے ارتکاب ان اُمور کی اجازت نہیں معلوم ہوتی البتہ اگر ارتکابِ منکرات مکانِ علیحدہ میں ہو اور مکانِ جلوس اس شخص کا علیحدہ ہو تو رعایت صلہ رحمی کا مضائقہ نہیں معلوم ہوتا۔

قال فی الدر المختار: دعی إلی ولیمة و ثمه لعب أو عناء قعد و أکل لو المنکر فی المنزل، لو علی المائدة لا ینبغی أن یقعد بل یخرج معرضا لقوله تعالیٰ: فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ فإن قدر علی المنع فعل و اإن لم یقدر صبر إن لم یکن ممن یقتدیٰ به فإن کا مقتدی ولم یقدر علی المنع خرج ولم یقعد لأن فیه شتن الدین والمحکی عن الامام کان قبل أن یصیر مقتدا به و إن علم اوّلاً باللعب لا یحضر أصلاً سواء کان ممن یقتدیٰ به أو لا. انتهی. (الدرالمختار، کتاب الحضر والاباحۃ)

اور چیز انسان کو ممنوع ہے پس اس کو اپنے متعلّقین کو بھی اس سے بچانا چاہیے، موافق حدیث **کل کم راع کل کم مسئول عن رعیته... انتهی** اور باقی تفصیل اَدِلّہ کا یہ پرچہ متحمل نہ تھا لہذا اس قدر پر اکتفا کی۔ فقط واللہ سبحانہ اعلم وعلمہ ا

تم۔ [1]

اور امامِ اہلِ سنت امام احمد رضا خان علیہ الرّحمہ، متوفی:1340ھ لکھتے ہیں: اس کی اجازت کے بغیر آٹھویں دن سے پہلے والدین یا ایک سال سے پہلے دیگر محارم کے یہاں نہ جانا، (بیوی پر شوہر کے حقوقِ واجبہ میں سے ہے۔) [2]

امامِ اہلِ سنّت ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: بے اس (شوہر) کے اذن کے محارم کے سوا کہیں نہیں جاسکتی اور محارم کے یہاں بھی ماں باپ کے یہاں ہر آٹھویں دن وہ بھی صبح سے شام تک کے لئے اور بہن، بھائی، چچا، ماموں، خالہ، پھوپھی کے یہاں سال بھر بعد اور شب کو کہیں نہیں جاسکتی۔ [3]

اور مفتیٔ اعظم ہند شاہ محمد مصطفی رضا خان نوری حنفی، متوفی1402ھ رقم طراز ہیں: غیر محرم کے یہاں جن بعض اوقات جن میں اجازتِ شرعیہ ہو، ان کے سوا عورت کو جانا ناجائز اور گناہ ہے اگرچہ شوہر اجازت دے۔ شوہر اجازت دے گا تو وہ بھی گنہگار ہوگا۔ [4]

اور شیخ الحدیث حضرت علامہ عبد المصطفی اعظمی حنفی، متوفی:1406ھ لکھتے ہیں: "عورت بغیر اپنے شوہر کی اجازت کے گھر سے باہر کہیں نہ جائے نہ اپنے رشتہ داروں کے گھر نہ کسی دوسرے کے گھر"۔ [5]

---

(1)۔۔: فتاوی ارشادیہ، کتاب الحضر والاباحۃ، ۲۷۶-۲۷۹، ملخصاً۔

(2)۔۔: فتاوی رضویہ، کتاب الحضر والاباحۃ، ۲۴/۳۷۱، ملخصاً۔

(3)۔۔: الفتاوی الرضویہ، کتاب الحضر والاباحۃ، 24/ 380 مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور۔

(4)۔۔: فتاوی مصطفویہ، کتاب الطلاق، 5/142۔

(5)۔۔: جنتی زیور، بیویوں کے حقوق، صفحہ:51۔

اللہ عزّوجلّ ہر بیوی کو اپنے شوہر کے مذکورہ حقوقِ واجبہ بجالانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!!!

خاتمہ

اب یہاں چند وہ حقوق بیان کئے جاتے ہیں، جو میاں بیوی دونوں کے ایک دوسرے پر مشترکہ حقوق ہیں۔

میاں بیوی دونوں کے مشترکہ حقوقِ واجبہ

واجب نمبر:1

ایک دوسرے کی غیبت وغیرہ سے بچنا

دونوں کے حقوقِ واجبہ میں سے ہے کہ ایک دوسرے کی غیبت نہ کریں۔ ایک دسرے سے جھوٹ نہ بولیں اورایک دوسرے پر بہتان نہ باندھیں ۔ایک دوسرے کادل نہ دکھائیں۔ گالی گلوچ نہ بکیں، نیز دونوں کاہر مُہلک باطنی مرض سے بچنالازم ہے۔

چنانچہ اللہ جلّ جلالہٗ فرماتا ہے: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ٘ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا وَ لَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ﴾[1]

(1)۔۔۔:سورۃ الحجرات: 49/12۔

ترجمہ: اے ایمان والو! بہت گمانوں سے بچو۔ بے شک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے اور عیب نہ ڈھونڈو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو؛ کیا تم میں کوئی پسند رکھے گا کہ اپنے مرے بھائی کا گوشت کھائے؟ تو یہ تمہیں گوارا نہ ہو گا اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ (کنز الایمان)

امام فخر الدین رازی، متوفی:606ھ، گمان کرنے سے بچنے کے حکم کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: کیونکہ گُمان ایک دوسرے کو عیب لگانے کا سبب ہے ،اس پر قبیح افعال صادر ہونے کا مدار ہے اور اسی سے خفیہ دشمن ظاہر ہوتا ہے اور کہنے والا جب ان اُمور سے یقینی طور پر واقف ہو گا تو وہ اس بات پر بہت کم یقین کرے گا کہ کسی میں عیب ہے تا کہ اسے عیب لگائے، کیونکہ کبھی فعل بظاہر قبیح ہوتا ہے لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا اس لئے کہ ممکن ہے کرنے والا اسے بھول کر کر رہا ہو یا دیکھنے والا غلطی پر ہو۔[1]

گُمان کی اَقسام اور ان کا شرعی حکم

مفسّرِ قرآن امام ابو الحسن علاء الدّین خازن، مُتوفّٰی:725ھ، تفسیرِ خازن میں لکھتے ہیں: گمان کی چند اَقسام ہیں، ان میں سے تین یہ ہیں:

(1) واجب، جیسے اللہ تعالٰی کے ساتھ اچھا گمان رکھنا۔ **(2) مُستحَب**، جیسے

(1)۔۔:لأن الظن هو السبب فيما تقدم وعليه تبنى القبائح، ومنه يظهر العدو المكاشح والقائل إذا أوقف أموره على اليقين فقلما يتيقن في أحد عيبا فيلمزه به، فإن الفعل في الصورة قد يكون قبيحا وفي نفس الأمر لا يكون كذلك، لجواز أن يكون فاعله ساهيا أو يكون الرائي مخطئا۔ (تفسیر کبیر، الحجرات، تحت الآية: ١٢، ٢٨/ ١١٠)

صالح مومن کے ساتھ نیک گمان رکھنا۔ **(3) حرام**، جیسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ برا گمان کرنا اور یونہی مومن کے ساتھ برا گمان کرنا۔[1]

پھر دل یا زبان سے صادر ہونے کے اعتبار سے گمان کی دو قسمیں ہیں:

(1) ناجائز: برا گمان دل میں آئے اور زبان سے بھی کہہ دیا جائے۔ **(2) جائز لیکن بچنا ضروری:** دل میں آئے لیکن زبان سے نہ کہا جائے۔

چناں چہ "تفسیر خازن" میں ہے:

حضرت سفیان ثوری رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: گمان دو طرح کا ہے، ایک وہ کہ دل میں آئے اور زبان سے بھی کہہ دیا جائے، یہ گناہ ہے۔ دوسرا یہ کہ دل میں آئے اور زبان سے نہ کہا جائے، یہ گناہ نہیں۔[2]

نیز صدرُ الافاضل مفتی سیّد نعیم الدین مراد آبادی حنفی، متوفی: ۱۳۶۷ھ فرماتے ہیں: مومنِ صالح کے ساتھ برا گمان ممنوع ہے، اسی طرح اس کا کوئی کلام سن کر فاسد معنی مراد لینا باوجودیکہ اس کے دوسرے صحیح معنی موجود ہوں اور مسلمان کا حال ان کے موافق ہو، یہ بھی گمانِ بد میں داخل ہے۔[3]

---

(1)۔۔:الظن أنواع فمنه واجب ومأمور به وهو الظن الحسن بالله عز وجل ومنه مندوب إليه وهو الظن الحسن بالأخ المسلم الظاهر العدالة ومنه حرام محظور وهو سوء الظن بالله عز وجل وسوء الظن بالأخ المسلم(خازن، الحجرات، تحت الآية: ١٢، ٤/ ١٧٠-١٧١، ملتقطاً)

(2)۔۔:قال سفيان الثوري: الظن ظنان: أحدهما: إثم، وهو أن يظن ويتكلم به والآخر ليس بإثم وهو أن يظن ولا يتكلم به.(أيضاً)

(3)۔۔: خزائن العرفان، الحجرات، تحت الآیۃ:۱۲، ص۹۵۰۔

اور امام اہلِ سنّت امام احمد رضاخان علیہ الرحمہ و الرضوان فرماتے ہیں: مسلمان پر بدگمانی خود حرام ہے جب تک ثبوتِ شرعی نہ ہو۔[1]

اور لکھتے ہیں: مسلمانوں پر بدگمانی حرام اور حتّی الامکان اس کے قول و فعل کو وجہِ صحیح پر حمل واجب (ہے)۔[2]

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: بے شک مسلمان پر بدگُمانی حرام ہے مگر جبکہ کسی قرینہ سے اس کا ایسا ہونا ثابت ہوتا ہوتو اب حرام نہیں، مثلاً: کسی کو (شراب کی) بھٹی میں آتے جاتے دیکھ کر اسے شراب خور گُمان کیا تواِس کا قصور نہیں، اس نے موضعِ تہمت (تہمت کی جگہ) سے کیوں اِجتناب نہ کیا۔[3]

اور جھوٹ بدترین گُناہِ کبیرہ ہے۔

چناں چہ اللہ فرماتا ہے: ﴿اِنَّمَا یَفْتَرِی الْكَذِبَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ۚ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ﴾ [سورۃ النحل:۱۰۵]

ترجمہ: جھوٹ بہتان وہی باندھتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے اور وہی جھوٹے ہیں۔ (کنز الایمان)

مفسّرِ قرآن حضرت امام خازن، متوفی: 725ھ ،مذکورہ آیت کی تفسیر بیان

(1)۔۔: فتاوی رضویہ، کتاب الصلاۃ، ۶/۴۸۶۔

(2)۔۔: فتاوی رضویہ، کتاب الاضحیہ، ۲۰/۲۷۸۔

(3)۔۔: فتاوی امجدیہ ا کتاب الطہارت،، /۱۲۳۔

کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اس آیت میں اس بات پر دلیل ہے کہ جھوٹ بدترین کبیرہ گناہ ہے، کیونکہ بہت بڑا جھوٹا بہتان باندھنے والا ہی اللہ تعالی پر ایمان نہیں رکھتا۔ [1]

اور صدر الافاضل مفتی سیّد نعیم الدّین مراد آبادی حنفی، متوفی: 1367ھ، اسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: جھوٹ بولنا اور افتراء کرنا بے ایمانوں ہی کا کام ہے۔

اپنی عِفّت اور شوہروں کے گھر، مال اور اُن کے راز کی (حفاظت کرنے والی عورتیں نیک بخت ہیں)۔ [2]

اس کے علاوہ دیگر آیات میں بھی مذمتِ جھوٹ کو بیان کیا گیا ہے۔ جھوٹو ں پر لعنت فرمائی گئی اور بہ کثرت احادیث میں بھی جھوٹ کی قباحت بیان کی گئی ہے۔

چناں چہ حضرت سیّدنا سفیان بن اَسید حَضرَمی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسولِ اکرم ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا: بڑی خیانت یہ ہے کہ تو اپنے بھائی سے کوئی بات کہے اور وہ تجھے اس بات میں سچا جان رہا ہے اور تو اس سے جھوٹ بول رہا ہے۔ [3]

اور حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے،

---

(1)۔۔:وفي الآية دليل على أن الكذب من أفحش الذنوب الكبار لأن الكذاب المفتري، هو الذي لا يؤمن بآيات الله.(خازن، النحل، تحت الآية: ۱۰۵، ۳/ ۵۹)

(2)۔۔: خزائن العرفان،تحت هذه الآیۃ من سورۃ النحل۔

(3)۔۔:عَنْ سُفْيَانَ بْنِ أَسِيدٍ الْحَضْرَمِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «كَبُرَتْ خِيَانَةً أَنْ تُحَدِّثَ أَخَاكَ حَدِيثًا هُوَ لَكَ بِهِ مُصَدِّقٌ، وَأَنْتَ لَهُ بِهِ كَاذِبٌ(ابوداؤد، کتاب الأدب، باب فی المعاریض، ۴/ ۲۳۳، الحدیث:۴۹۷۱)

رسولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”صدق کو لازم کرلو، کیونکہ سچائی نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور نیکی جنت کا راستہ دکھاتی ہے۔ آدمی برابر سچ بولتا رہتا ہے اور سچ بولنے کی کوشش کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ عزّوجلّ کے نزدیک صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ سے بچو، کیونکہ جھوٹ فُجور کی طرف لے جاتا ہے اور فجور جہنم کا راستہ دکھاتا ہے اور آدمی برابر جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ بولنے کی کوشش کرتا ہے، یہاں تک کہ اللہ عزوجلّ کے نزدیک کذّاب لکھ دیا جاتا ہے۔“[1]

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص جھوٹ بولنا چھوڑ دے اور جھوٹ باطل ہی ہے، اس کے لیے جنت کے کنارے میں مکان بنایا جائے گا اور جس نے جھگڑا کرنا چھوڑا حالانکہ وہ حق پر ہو یعنی حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا نہیں کرتا، اس کے لیے جنت کے وسط میں مکان بنایا جائے گا اور جس نے اپنے اَخلاق اچھے کیے، اس کے لیے جنت کے اعلیٰ درجے میں مکان بنایا جائے گا۔“[2]

---

(1)۔۔۔عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى البِرِّ، وَإِنَّ البِرَّ يَهْدِي إِلَى الجَنَّةِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتَّى يَكُونَ صِدِّيقًا. وَإِنَّ الكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الفُجُورِ، وَإِنَّ الفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ كَذَّابًا (صحیح البخاری، کتاب الادب، باب قول اللہ تعالیٰ: یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین، ۱۲۵/۴، الحدیث:۶۰۹۴)

(2)۔۔۔عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَرَكَ الكَذِبَ وَهُوَ بَاطِلٌ بُنِيَ لَهُ فِي رَبَضِ الجَنَّةِ، وَمَنْ تَرَكَ المِرَاءَ وَهُوَ مُحِقٌّ بُنِيَ لَهُ فِي وَسَطِهَا، وَمَنْ حَسَّنَ خُلُقَهُ بُنِيَ لَهُ فِي أَعْلَاهَا.(سُنَن الترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی المراء، ۳۵۸/۳، الحدیث: ۲۰۰۰)

واجب نمبر:2

ایک دوسرے کو خلافِ شرع کام پر مجبور نہ کرنا

دونوں کے حقوقِ واجبہ میں سے ہے کہ ایک دوسرے کو کسی خلافِ شرع کام پر مجبور نہ کریں۔

نیز اگر بیوی شوہر کو یا شوہر بیوی کو کسی ناجائز کام پر اکسائے تو دوسرا ضرور انکار کر دے کہ جس کام میں خالق ومالک کی نافرمانی ہو، اس میں مخلوق و مملوک کی فرمانبر داری جائز نہیں ہے کہ مطلوب و مقصود رضائے الٰہی کا حصول ہے۔

چنانچہ اللہ تعالی کا فرمانِ عالی شان ہے: ﴿وَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ﴾ [1]

ترجمہ: اور اللہ و رسول کا حق زائد تھا کہ اسے راضی کرتے اگر ایمان رکھتے تھے۔ (کنزالایمان)

اور امیر المؤمنین حضرت علی المرتضی کرّم اللہُ وجھَہ الکریم سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: اللہ تعالی کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں ہے، فرمانبر داری صرف نیک اُمور میں ہے۔ [2]

---

(1)۔۔: [سورة التوبة: 62/9]

(2)۔۔: لاَ طَاعَةَ فِي مَعْصِيَةٍ، إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي المَعْرُوفِ۔

(صحيح البخاري، كتاب أخبار الآحاد، باب ما جاء في إجازة خبر الواحد الصدوق...إلخ، 9/ 89، الحديث: 7257)

لہٰذا دونوں پر لازم ہے کہ جن کاموں میں اللہ و رسول اللہ عزّوجل صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی ہو، ان میں ایک دوسرے کی ہرگز فرمانبرداری نہ کریں بلکہ اس وقت ایک دوسرے کی نافرمانی ضروری ہے۔

واجب نمبر:3

آپس کے ہم بستری کے معاملات دوسروں کو بتانے سے اجتناب کرنا

دونوں کے حقوقِ واجبہ میں سے ہے کہ ہم بستری کے معاملات و احوال کا تذکرہ لوگوں کے سامنے نہ کریں کہ یہ بے حیائی کا کام ہے اور مؤمن ایسے کاموں سے بچتا ہے۔

چنانچہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں میں سے بدترین وہ خاوند اور بیوی ہیں جو آپس میں ہم بستر ہوتے ہیں اور پھر ایک دوسرے کے احوال لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں۔[1]

اور حضرت اسما بنت یزید رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں: ایک دفعہ کی بات ہے کہ دربارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں کچھ مرد اور عورتیں حاضر تھیں تو رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا شاید کوئی مرد کسی کے سامنے بیان کر دے جو اس نے اپنی بیوی کے ساتھ کیا ہے اور شاید کوئی عورت دوسروں کے سامنے بیان کر دے جو اس نے خاوند کے ساتھ کیا ہے۔ یہ سن کر سب

---

(1)۔۔۔عَنْ عُمَرَ بْنِ حَمْزَةَ الْعُمَرِيِّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَعْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ مِنْ أَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ، الرَّجُلَ يُفْضِي إِلَى امْرَأَتِهِ، وَتُفْضِي إِلَيْهِ، ثُمَّ يَنْشُرُ سِرَّهَا»(صحیح مسلم، کتاب الحج، باب تحریم إفشاء سر المرأة،2/ 1020)

خاموش ہو گئے تو میں نے عرض کیا: ہاں یارسول اللہ ﷺ! اللہ کی قسم! مرد ایسا کرتے ہیں اور عورتیں بھی ایسا کرتی ہیں۔ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایسا ہر گز نہ کرو۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے کسی شیطان کی کسی شیطانہ سے ملاقات ہوئی اور وہ شیطان اس شیطانہ کے ساتھ لوگوں کے سامنے ہی ہم بستر ہو گیا۔ (1)

افسوس صد افسوس! آج کل بے حیائی اس قدر بڑھتی جارہی ہے کہ نوجوان نسل اپنے دوستوں کے سامنے اس پوشیدہ چیز کو بیان کرنا بہت ضروری سمجھتے ہیں اور اپنے اوپر سے حیا کی چادر اُتار کر بڑی بے شرمی کے ساتھ اپنے سارے احوال دوسروں کے سامنے کھول کے رکھ دیتے ہیں حالانکہ اس کو چھپانا لازم و مطلوبِ شرع ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے بے حیائی سے بچنے والوں کو جنتی و پرہیزگار گردانا ہے۔

چنانچہ فرماتا ہے: ﴿وَ الَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓىِٕرَ الْاِثْمِ وَ الْفَوَاحِشَ وَ اِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ۚ﴾ (2)

ترجمہ: اور (جنت ہے پرہیزگاروں کے لیے) جو بڑے بڑے گناہوں اور بے

---

(1)۔۔۔عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ، قَالَتْ: كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ فَقَالَ: عَسَى رَجُلٌ يُحَدِّثُ بِمَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَهْلِهِ، أَوْ عَسَى امْرَأَةٌ تُحَدِّثُ بِمَا يَكُونُ بَيْنَهَا وَبَيْنَ زَوْجِهَا فَأَرَمَّ الْقَوْمُ فَقُلْتُ: إِي وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّهُمْ لَيَفْعَلُونَ وَإِنَّهُنَّ لَيَفْعَلْنَ، قَالَ: «فَلَا تَفْعَلُوا، فَإِنَّ مِثْلَ ذَلِكَ مِثْلُ شَيْطَانٍ لَقِيَ شَيْطَانَةً فِي ظَهْرِ الطَّرِيقِ فَغَشِيَهَا وَالنَّاسُ يَنْظُرُونَ(المعجم الكبير، ذكر أزواج رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب الألف، 24/ 162)

(2)۔۔۔[الشورى:42/37]

حیائیوں سے بچتے ہیں اور جب غصہ آئے معاف کر دیتے ہیں۔ (کنزالایمان)

آیتِ مذکورہ کی تفسیر میں مفسّرِ قرآن علامہ اسماعیل حقی بن مصطفی حنفی خلوتی رحمہ اللہ [متوفی: 1127ھ] لکھتے ہیں: بے حیائی کے کاموں سے وہ تمام کام اور باتیں مراد ہیں جو معیوب اور قبیح ہوں۔[1]

شوہر بیوی سے کب جھوٹ بول سکتا ہے؟

شوہر اپنی بیوی کو راضی و خوش کرنے کے لیے اس سے جھوٹ بول سکتا ہے۔

چنانچہ اسما بنت یزید رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم نے فرمایا: جھوٹ صرف تین جگہوں میں حلال ہے۔

(1) مرد اپنی عورت کو راضی کرنے کے لیے جھوٹی بات کر سکتا ہے۔

(2) اور لڑائی میں جھوٹ بولنا۔

(3) اور لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے جھوٹ بولنا۔[2]

جھوٹ بولنے کی جائز صورتیں

صدرالشریعہ بدرالطریقہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ بحوالہ "فتاوی عالمگیری[1]" رقم طراز ہیں:

---

(1)۔۔:وَالْفَواحِشَ وأزكارها زشت جمع فاحشة وهى القبيحة او المفرطة فى القبح. (روح المعانى، الشورى، تحت الآية: ۳۷، ۸/ ۳٤۰، ملخصاً)

(2)۔۔:عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " لَا يَحِلُّ الكَذِبُ إِلَّا فِي ثَلَاثٍ: يُحَدِّثُ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ لِيُرْضِيَهَا، وَالكَذِبُ فِي الحَرْبِ، وَالكَذِبُ لِيُصْلِحَ بَيْنَ النَّاسِ(.سُنَن الترمذي"،كتاب البر والصلة،باب ماجاء في إصلاح ذات البين،الحديث:۱۹۴۵، ۳/۳۷۷)

تین صورتوں میں جھوٹ بولنا جائز ہے یعنی اس میں گناہ نہیں۔

ایک جنگ کی صورت میں کہ یہاں اپنے مقابل کو دھوکا دینا جائز ہے، اسی طرح جب ظالم ظلم کرنا چاہتا ہو اس کے ظلم سے بچنے کے لیے بھی جائز ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ دو مسلمانوں میں اختلاف ہے اور یہ ان دونوں میں صلح کرانا چاہتا ہے، مثلاً ایک کے سامنے یہ کہدے کہ وہ تمھیں اچھا جانتا ہے، تمھاری تعریف کرتا تھا یا اس نے تمھیں سلام کہلا بھیجا ہے اور دوسرے کے پاس بھی اسی قسم کی باتیں کرے تاکہ دونوں میں عداوت کم ہو جائے اور صلح ہو جائے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ بی بی کو خوش کرنے کے لیے کوئی بات خلافِ واقع کہدے۔[2]

اللہ عزّوجلّ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہر میاں بیوی کو ایک دوسرے کے تمام حقوق کماحقہ بجا لانے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین!!! واللہ تعالیٰ اعلم بالصّواب

کتبہ:	مُصدّق:
مفتی مہتاب احمد نعیمی	شیخ الحدیث ڈاکٹر مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی (رئیس دار الحدیث و رئیس دار الإفتاء بجامعة النّور)

---

(1)۔۔: والكذب محظور إلا في القتال للخدعة وفي الصلح بين اثنين وفي إرضاء الأهل وفي دفع الظالم عن الظلم۔(الفتاوى الهندية، كتاب الكراهية، الباب السابع عشر في الغناء، ج۵، ص۳۵۲.)

(2)۔۔: (بہارِ شریعت، جھوٹ کا بیان، 515/3)

ماخذ و مراجع

(١)القرآن الكريم

(٢)إحياء علوم الدين لأبي حامد محمد بن محمد الغزالي الطوسي (المتوفى: 505هـ)، الناشر: دار المعرفة – بيروت

(٣)إعانة الطالبين على حل ألفاظ فتح المعين (هو حاشية على فتح المعين بشرح قرة العين بمهمات الدين)

(٤)الإعلام بقواطع الإسلام للإمام ابن حجر الهيتمي الشافعي(المتوفىٰ: 373هـ)[الرسالة موجودة في " الجامع في ألفاظ الكفر]مطبوعة: دار إيلاف الدّولية، الطبعة الأولى: 1420هـ-1999م

(٥)الإقناع في فقه الإمام أحمد بن حنبل لموسى بن أحمد بن موسى بن سالم بن عيسى بن سالم الحجاوي المقدسي، ثم الصالحي، شرف الدين، أبي النجا (المتوفى: 968هـ)،المحقق: عبد اللطيف محمد موسى السبكي، الناشر: دار المعرفة بيروت – لبنان۔

(٦)الإنصاف في معرفة الراجح من الخلاف لعلاء الدين أبو الحسن علي بن سليمان المرداوي الدمشقي الصالحي الحنبلي (المتوفى: 885هـ)، الناشر: دار إحياء التراث العربي۔

(٧)البحر الرائق شرح كنز الدقائق لزين الدين بن إبراهيم بن محمد، المعروف بابن نجيم المصري الحنفي(المتوفى: 970هـ)، الناشر: دار الكتاب الإسلامي

(٨)الترغيب والترهيب من الحديث الشريف لعبد العظيم بن عبد القوي بن عبد الله، أبو محمد، زكي الدين المنذري (المتوفى: 656هـ)، المحقق: إبراهيم شمس الدين،الناشر: دار الكتب العلمية –بيروت،الطبعة: الأولى، 1417هـ

(٩)التصحيح والترجيح للعلامه الشيخ قاسم بن قُطلوبُغا المصرى الحنفى، (المتوفى: 879هـ)، ناشر: دار الكتب العلمية، الطبعة الاولى: ١٤٢٣هـ

(١٠)التفسير المظهري لمحمد ثناء الله،المحقق: غلام نبي التونسي،الناشر: مكتبة الرشدية – الباكستان، الطبعة: 1412 هـ

(١١)التفسيرات الأحمدية في بيان الآيات الشرعية لأحمد المعرف بملاّجيون حنفى (متوفى1130 هـ)، طبع: بشاور

(١٢)التمام الحسن على جامع المسانيد والسنن لأبي عبدالله عبد السلام بن محمد بن عمر علّوش، مطبوعة: دار الفكر، بيروت، الطبعة الأولى١٤١٨هـ-١٩٩٧م

(١٣)التيسير بشرح الجامع الصغير لزين الدين محمد المدعو بعبد الرؤوف بن تاج العارفين بن علي بن زين العابدين الحدادي ثم المناوي القاهري (المتوفى: 1031هـ)، الناشر: مكتبة الإمام الشافعي – الرياض، الطبعة: الثالثة، 1408هـ - 1988م

(١٤)الجامع الصغير لعبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى: 911هـ)، الناشر: مكتبة الإمام الشافعي – الرياض، الطبعة: الثالثة، 1408هـ - 1988م

(١٥)الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وأيامه المعروف بصحيح البخاري لإمام محمد بن إسماعيل أبى عبدالله البخاري (متوفى: 255هـ)،الناشر: دارالكتب العلمية،بيروت، ،الطبعة: الأولى، 1420هـ1999م

(١٦)الجوهرة النيرة لأبو بكر بن علي بن محمد الحدادي العبادي الزَّبِيدِيّ اليمني الحنفي (المتوفى: 800هـ)، الناشر: المطبعة الخيرية، الطبعة: الأولى، 1322هـ

(١٧)الدر المختار للعلامة علاء الدّين حصكفي الحنفي(المتوفى: 1088 هـ) الناشر: دار الفكر-بيروت، الطبعة: الثانية، 1412هـ - 1992م

(١٨)السنن الكبرىٰ لإمام أبي بكر أحمد بن حسين البيهقي(المتوفى: ٤٥٨هـ)، دار Öالكتب العلمية ، بيروت، الطبعة الأولى :1420هـ 1999م

(١٩)السنن الكبرىٰ لإمام أبي بكر أحمد بن حسين البيهقي(المتوفى: ٤٥٨هـ)، دار الكتب العلمية ، بيروت، الطبعة الأولى :1420هـ 1999م

(٢٠)العطايا النبوية فى الفتاوى الرضوية لإمام أهل السنّة و الجماعة إمام احمد رضا خان (المتوفى: 1340هـ)، مطبوعہ:رضافاؤنڈیشن،لاہور

(٢١)الفتاوى الهندية لجنة علماء برئاسة نظام الدين البلخي الحنفي(متوفى: 1161 هـ)، الناشر: دار الفكر، الطبعة: الثانية، 1310 هـ

(٢٢)الفتاوى المهدية فى الوقائع المصرية للإمام الشيخ محمد العباسى المهدى الحنفي،(المتوفى: 1315)، الناشر: دار الكتب العلمية-بيروت،الطبعة الأولى،2011م

(٢٣)الفتح الكبير في ضم الزيادة إلى الجامع الصغير لعبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى: 911هـ)، المحقق: يوسف النبهاني، الناشر: دار الفكر - بيروت / لبنان،الطبعة: الأولى، 1423هـ - 2003م

(٢٤)المبسوط للامام شمس الائمه محمد بن أحمد سرخسى الحنفى (المتوفى 483هـ) ، مطبوعة: دارالمعرفة،بيروت،1414هـ-1993م۔

(٢٥)المحيط البرهاني في الفقه النعماني فقه الإمام أبي حنيفة رضي الله عنه لأبي المعالي لبرهان الدين محمود بن أحمد بن عبد العزيز بن عمر بن مَازَةَ البخاري الحنفي (المتوفى: 616هـ)، المحقق: عبد الكريم سامي الجندي،الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت – لبنان،الطبعة: الأولى، 1424 هـ - 2004 م

(٢٦)المستدرك على الصحيحين لأبي عبد الله الحاكم محمد بن عبد الله بن محمد بن حمدويه بن نُعيم بن الحكم الضبي الطهماني النيسابوري المعروف بابن البيع (المتوفى: 405هـ)،تحقيق: مصطفى عبد القادر عطا،الناشر: دار الكتب العلمية – بيروت،الطبعة: الأولى، 1411هـ 1990م

(٢٧)المستطرف في كل فن مستظرف لشهاب الدين محمد بن أحمد بن منصور الأبشيهي أبو الفتح (المتوفى: 852هـ)، الناشر: عالم الكتب – بيروت، الطبعة: الأولى، 1419هـ

(٢٨)المسند الصحيح لمسلم بن الحجاج أبي الحسن القشيري النيسابوري (المتوفى: 261هـ)، مطبوعة: دار الأرقم للطباعة، بيروت، لبنان.

(٢٩)المسند المستخرج على صحيح الإمام مسلم لأبي نعيم أحمد بن عبد الله بن أحمد بن إسحاق بن موسى بن مهران الأصبهاني،(المتوفى: 430هـ)، المحقق: محمد حسن محمد حسن إسماعيل الشافعي، مطبوعة: دار الكتب العلمية – بيروت – لبنان، الطبعة: الأولى، 1417هـ – 1996م.

(٣٠)المصنف لأبي بكر عبد الرزاق بن همام بن نافع الحميري اليماني الصنعاني (المتوفى: 211هـ)، المحقق: حبيب الرحمن الأعظمي، الناشر: المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الثانية، 1403

(٣١)المطالب العالية بزوائد المسانيد الثمانية لأبي الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفى: 852هـ)، الناشر: دار العاصمة، دار الغيث – السعودية،الطبعة: الأولى، 1419هـ

(٣٢)المعجم الأوسط لسليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمي الشامي، أبو القاسم الطبراني (المتوفى: 360هـ)،المحقق: طارق بن عوض الله بن محمد عبد المحسن بن إبراهيم الحسيني،الناشر: دار الحرمين – القاهرة

(٣٣)المعجم الكبير لسليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمي الشامي، أبو القاسم الطبراني (المتوفى: 360هـ)،المحقق: حمدي بن عبد المجيد السلفي،دار النشر: مكتبة ابن تيمية – القاهرة، الطبعة: الثانيةحقق نصوصه وخرج أحاديثه: حسن سليم أسد الدّارَانيّ-

(٣٤)المواهب اللدنية بالمنح المحمدية لأحمد بن محمد بن أبي بكر بن عبد الملك القسطلاني القتيبي المصري، شهاب الدين (المتوفى: 923هـ)، الناشر: المكتبة التوفيقية، القاهرة– مصر-

(٣٥)بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع لعلاء الدين، أبي بكر بن مسعود بن أحمد الكاساني الحنفي (المتوفى: 587هـ)، الناشر: دار الكتب العلمية، الطبعة: الثانية، 1406هـ - 1986م

(٣٦)بہارِ شریعت لصدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی حنفی (متوفی:1367ھ)، مطبوعہ: مکتبۃ المدینہ، کراچی

(٣٧)تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق وحاشية الشِّلْبِيِّ لعثمان بن علي بن محجن البارعي، فخر الدين الزيلعي الحنفي (المتوفى: 743 هـ)، الناشر: المطبعة الكبرى الأميرية - بولاق، القاهرة، الطبعة: الأولى، 1313 هـ

(٣٨)تهذيب العقائد لإمام المتكلمين حكيم محمد نجم الغنى رام فورى (المتوفى: 1351هـ)، المحقق: خرم محمود السرسالوي، مطبوعة: ورلد ويو پبلشرز، اردو بازار، لاهور، الطبعة: الأولى: 1441 هـ - 2020 م

(٣٩)جد الممتار لإمام أهل السنّة و الجماعة إمام احمد رضا خان (المتوفى: 1340ھ)، مطبوعة: مكتبة المدينة، كراتشى، الطبعة الثانية: 1435 هـ - 2013م

(٤٠)جنتی زیور (اسلامی مسائل وفضائل کا خزانہ) لشیخ الحدیث علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی المجددی الحنفی (متوفی:1406ھ)، ناشر: مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ، کراچی، سن طباعت: ربیع الغوث ۱۴۲۷ھ، مئی 2006ء

(٤١)حاشية السيوطي على سنن النسائي (مطبوع السنن) لعبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى: 911هـ)، الناشر: مكتب المطبوعات الإسلامية - حلب، الطبعة: الثانية، 1406هـ 1986م

(٤٢)خلاصة الفتاوى للإمام أكمل طاهر بن عبد الرّشيد البخارى الحنفى(متوفى: 542 ھ)، مطبوعة: مكتبه رشيديه، كوئته

(٤٣)رد المحتار لابن عابدين، محمد أمين بن عمر بن عبد العزيز عابدين الدمشقي الحنفي (المتوفى: 1252هـ)، الناشر: دار الفكر-بيروت، الطبعة: الثانية، 1412هـ - 1992م

(٤٤)روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني للعلامة السيّد محمود الآلوسى الحنفى (المتوفى 1270ھ)، الناشر: دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة: الأولى، 1415 هـ

(٤٥)سُنَن ابن ماجه لابن ماجة لأبى عبد الله محمد بن يزيد القزويني، وماجة اسم أبيه يزيد (المتوفى: 273هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة: الأولى، 1419هـ - 1998 م

(٤٦)سُنَن أبي داود لأبى داود سليمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشير بن شداد بن عمرو الأزدي(المتوفى: 275هـ)، الناشر: دار ابن حزم، الطبعة: الأولى، 1418هـ - 1998 م

(٤٧)سُنَن الترمذي لمحمد بن عيسى بن سَوْرة بن موسى بن الضحاك، الترمذي، أبو عيسى (المتوفى: 279هـ)، طبع: دار الكتب العلميه، بيروت، الطبعة: الأولى، 1421هـ - 2000 م

(٤٨)سُنَن الدارَقطني للامام،مطبوعة: مؤسسة الرسالة، بيروت، لبنان ، الطبعة: الأولى، 1424 هـ - 2004 م

(٤٩)سُنَن النسائي لأبي عبد الرحمن أحمد بن شعيب بن علي الخراساني، النسائي (المتوفى: 303هـ)، مطبوعة: دار الفكر، الطبعة: الثانية: 1419 هـ- 1999م

(٥٠)عمدة القاري شرح صحيح البخاري لأبي محمد محمود بن أحمد بن موسى بن أحمد بن حسين الغيتابى الحنفى بدر الدين العينى (المتوفى: 855هـ)،الناشر: دار إحياء التراث العربي – بيروت، المطالب العالية

(٥١)فتاوی ارشادیہ: تاج المحدثین سراج الفقہا حضرت علامہ مولانا مفتی ارشاد حسین رام پوری حنفی(متوفی: 1311ھ)، الطبع:2000م، پاکستان۔

(٥٢)فتاوی مفتیِ اعظم ہند: شاہ محمد مصطفی رضا خان نوری حنفی(متوفی1402ھ)، طبع :1436 ھ 2004م

(٥٣)فتح القدير، للمحقق على الاطلاق العلامة كمال الدين ابن الهمام الحنفى ، متوفى 861هـ،مطبوعة: دار الفكر.

(٥٤)فتح المعين بشرح قرة العين بمهمات الدين (هو شرح للمؤلف على كتابه هو المسمى قرة العين بمهمات الدين) لزين الدين أحمد بن عبد العزيز بن زين الدين بن علي بن أحمد المعبري المليباري الهندي (المتوفى: 987هـ)، الناشر: دار بن حزم، الطبعة: الأولى

(٥٥)فضائل الصحابة لأبي عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني (المتوفى: 241هـ)، الناشر: مؤسسة الرسالة – بيروت، الطبعة: الأولى، 1403هـ – 1983م

(٥٦)قوت القلوب في معاملة المحبوب ووصف طريق المريد إلى مقا لأبي طالب المكي (المتوفى: 386هـ)، المحقق: د. عاصم إبراهيم الكيالي، الناشر: دار الكتب العلمية - بيروت / لبنان، الطبعة: الثانية، 1426 هـ -2005 م

(٥٧)كشاف القناع عن متن الإقناع لمنصور بن يونس بن صلاح الدين ابن حسن بن إدريس البهوتى الحنبلى (المتوفى: 1051هـ)- الناشر: دار الكتب العلمية

(٥٨)كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال لعلاء الدين علي بن حسام الدين ابن قاضي خان القادري الشاذلي الهندي البرهانفوري ثم المدني فالمكي الشهير بالمتقي الهندي،(المتوفى: 975هـ)،المحقق: بكري، مطبوعة: مؤسسة الرسالة، الطبعة الخامسة، 1401هـ/ 1981م

(٥٩)كنز الإيمان فی ترجمة القرآن لإمام أهل السنّة و الجماعة ا إمام احمد رضا خان (المتوفى: 1340هـ)

(٦٠)لباب التأويل في معاني التنزيل المعروف بالخازن للامام العلام علاء الدين على بن محمد بن ابرهيم (متوفى: 741هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية – بيروت الطبعة: الأولى: 1415 هـ

(٦١)مجمع الزوائد ومنبع الفوائد لأبي الحسن نور الدين علي بن أبي بكر بن سليمان الهيثمي (المتوفى: 807هـ)،المحقق: حسام الدين القدسي، الناشر: مكتبة القدسي، القاهرة، عام النشر: 1414 هـ، 1994 م
(٦٢)مرآة المناجیح لحکیم الأمۃ المفتی أحمد یار خان النعیمی (المتوفی:1391ھ)، قادری پبلشرز، کراچی
(٦٣)مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح لعلي بن (سلطان) محمد، أبي الحسن نور الدين الملا الهروي القاري (المتوفى: 1014هـ)، الناشر: دار الفكر، بيروت – لبنان،الطبعة: الأولى، 1422هـ – 2002م
(٦٤)مُسند أبي يعلى لأبي يعلى أحمد بن علي بن المثُنى بن يحيى بن عيسى بن هلال التميمي،
(٦٥)الموصلي(متوفى: 307هـ)، دار المأمون للتراث دمشق،الطبعة: الأولى، 1404هـ–1984م.
(٦٦)مُسند إسحاق بن راهويه لأبي يعقوب إسحاق بن إبراهيم بن مخلد بن إبراهيم الحنظلي المروزي المعروف بـ ابن راهويه (المتوفى: 238هـ)، المحقق: د. عبد الغفور بن عبد الحق البلوشي، الناشر: مكتبة الإيمان – المدينة المنورة، الطبعة: الأولى، 1412 ه – 1991م
(٦٧)مُسند الإمام أحمد بن حنبل لأبي عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني(المتوفى: 241هـ)، المحقق: شعيب الأرنؤوط، مطبوعة: مؤسسة الرسالة، الطبعة: الأولى، 1421 هـ – 2001 م
(٦٨)مسند الحميدي لأبي بكر عبد الله بن الزبير بن عيسى بن عبيد الله القرشي الأسدي الحميدي المكي (المتوفى: 219هـ)، الناشر: دار السقا، دمشق – سوريا، الطبعة: الأولى، 1996 م
(٦٩)مشكاة المصابيح لمحمد بن عبد الله الخطيب العمري، لأبي عبد الله، ولي الدين، التبريزي (المتوفى: 741هـ)، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى:2003م–1424هـ.
(٧٠)معالم التنزيل في تفسير القرآن = تفسير البغوي لأبي محمد الحسين بن مسعود بن محمد بن الفراء البغوي الشافعي (المتوفى : 510هـ)، الناشر : دار إحياء التراث العربي –بيروت، الطبعة : الأولى ، 1420 هـ
(٧١)مفاتيح الغيب = التفسير الكبير لأبي عبد الله محمد بن عمر بن الحسن بن الحسين التيمي الرازي الملقب بفخر الدين الرازي خطيب الري (المتوفى: 606هـ)، الناشر: دار إحياء التراث العربي – بيروت، الطبعة: الثالثة – 1420 هـ
(٧٢)من هدى الوسول (المسمّى) بسفر السعادة للعلامة الشيخ أبي الطاهر محمد بن يعقوب الصدّيقي الفيروز آبادی(المتوفى: 816هـ)، مطبوعة: مركز الكتاب للنشر.
(٧٣)وقار الفتاوی للمفتی وقار الدین الحنفی [متوفی ۱۴۱۳ھ]، مطبوعہ: بزمِ وقار الدین، کراچی

شوہر پر بیوی کے واجب حقوق کے متعلّق تفصیلی فتویٰ

البیانُ لِحُقُوقِ المتزَوِّجة وَجُبۃَ عَلَی المتزَوِّج

۱۴۴۳ھ

بنام

بیوی کے حقوقِ واجبہ

حصہ اوّل

مصنف

مفتی مہتاب احمد نعیمی حفظہ اللہ تعالیٰ

مصدق

شیخ الحدیث مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی حفظہ اللہ تعالیٰ

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان

نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰

Ph : 021-32439799 Website : www.ishaateislam.net